مثنوی میر حسن با تصویر



مطبع گیان پرکاش میرٹھ مین لالہ باسدیو کی کوشش بلیغ سے طبع ہوئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرون پہلے توحید یزدان رقم
قلم جیر شہادت کی اونگلی اوٹہا
پرستش کے قابل ہی تو ای کریم
وہ الحق کہ ایسا ہے معبود ہے
تر و تازہ ہے اوس سے گلزار حق
کسی سے برآئے نہ کچہ کام جہان
ہوئی پر نہین اُس سی رفت و گذشت
نہان سب مین اور سب مین ہی اُسکا
چمن مین ہے وحدت کے یکتا وہ گل
جسے چاہے وحدت کے یکتا وہ مقام
سدا ایسے نمودون کی اوس نے نمود
وہی نور ہے سب طرف جلوہ گر
نہ گوہر مین ہے وہ نہ ہی سنگ مین
تامل سے کیجیے اگر غور کچہ
پہر اس جوش مین آگے بہنا نہین
ہم عاجز ہے بیان انبیا کی زبان

جہکا جبکے سجدے کو اول قلم
ہوا حرف زن یون کہ رب العلا
کہ ہے ذات تیری غفور الرحیم
قلم جو لکہے اُس سے افزود ہے
وہ ابر کرم ہے ہوا ور دار خلق
جو وہ مہربان ہو تو کل مہربان
اُسی کیطرف سب کی ہے ہژدہ ہزار
یہ سب اُسکے عالم ہین ہژدہ ہزار
کہ مشتاق رہین جسکے یان جزو کل
جسے چاہے دوزخ مین رکہے مدام
دل بستگان کو ہی اوس سے کشود
اُسی کے یہ ذرے ہین شمس و قمر
ولیکن چمکتا ہی ہر رنگ مین
تو سب کچہ وہی ہی نہین اور کچہ
سمجہنے کی ہے بات کہنا نہین
زبان قلم کو یہ قدرت کہان

سر لوح پر رکہہ بیاض جبین
نہین کوئی تیرا نہ ہوگا شریک
رہو حمد مین تیری عز و جل
سبہون کا وہی دین و ایمان ہی
اگرچہ وہ بے فکر و غیور ہے
اگرچہ یہان کیا ہے اور کیا نہین
رہا کون اور کس کی حاجت رہی
ورے سب ہین اوس سے وہی سب بیشتر
اوسی سے ہی کعبہ اُسی سے کنشت
وہ ہے مالک الملک دنیا و دین
اوسکی نظر سے ہی ہم سب کی دید
نہیں اس سے خالی کوئی شے
وہ ظاہر ہین ہر چند ظاہر نہین
اسی گل کی ہی بو سے خوشبو گلاب
قلم گو زبان لاوے اپنی ہزار
اس عہدے سے کوئی بہی نکلا نہین

کہا دوسرا کوئی تجہہ سا نہین
تری ذات ہے وحدہ لاشریک
تجہے سجدہ کرتا چلون سر کے
یہ ہین دل تمام اور وہی جان
دلے پرورش سب کی منظور
پہ اس بین تو کوئی کسی کا نہین
ہوئی اور جیتے وہی ہے وہی
ہمیشہ سی ہے اور رہیگا ہمیش
اُسی کا ہی دوزخ اوسی کا بہشت
ہے قبضہ مین اُسکے زمان و زمین
اُسی کے سخن پر ہے گفت و شنید
وہ کچہ شے نہین پر ہر اک شی مین ہی
یہ ظاہر کوئی اوس سے کوئی نہین
بہرے ہی لئے ساتھ دریا حباب
لکہے کس طرح حمد پروردگار
سوا عجز دربیش بیان کچہ نہیں

وہ معبود یکتا خدائے جہان
کہ جس نے کیا کون و مکان

دیا عقل و ادراک اُسنے ہمیں
کیا خاک سے پاک اُسنے ہمیں

پیمبر کو بھیجا ہمارے لئے
وصی اور امام اُسنے پیدا کئے

جہان کو اونہوں نے دیا انتظام
بڑائی بھلائی سو جہالی تمام

دکھائی اونہوں نے ہمیں راہ راست
کہ تا ہو نہ اُس راہ کی باز خواست

تو وہ کون سی راہ شرع نبی
کہ جنت کے رستے کو سیدھی گئی

نعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کون یعنے رسول کریم
نبوت کے دریا کا دُرّ یتیم

ہوا گو کہ ظاہر میں اُمّی لقب
پر علم لدنی کھلا دل پہ سب

بغیر از لکھے اور کئے بے رقم
چلی حکم پر اُس کے لوح و قلم

ہوا علم دین اُسکا جو آشکارا
گذشتہ ہوئے حکم تقویم پارہ

اوٹھا کر کفر و اسلام ظاہر کیا
بتون کو خدائی سے باہر کیا

کیا حق نے نبیون کا سردار اُسے
بنایا نبوت کا حقدار اُسے

نبوت جو کی حق نے اسپر تمام
لکھا اشرف الناس خیر الانام

بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اُسے
خدا نے کیا اپنا محبوب اُسے

کرون اُسکے رتبہ کا کیا میں بیان
کھڑے ہیں جہان باندھ صف مرسلان

مسیح اُسکے درگاہ کا پارہ دوز
تجلی طور اسکی مشعل فروز

خلیل اسکے گلزار کا باغبان
سلیمان سے کئی مہردار اسکے ہان

خضر اسکی سرکار کا آبدار
زرہ ساز داؤد سے وہان ہزار

محمد کی مانند جگ میں نہیں
ہوا ہے نہ ایسا نہو گا کہیں

یہ تھی رمز جو اُسکے سایہ نہ تھا
کہ تھا گل وہ اک معجزہ کا بدن

نہونے کا سایہ کے تھا یہ سبب
ہوا صرف پوشش میں کعبہ کے سب

وہ قد اسلئے تھا نہ سایہ فگن
کہ رنگ دوئی وانتک آیا نہ تھا

بنا سایہ اُسکا لطیف اسقدر
نہ آیا لطافت کے باعث نظر

عجب کیا جو اُس گل کے سایہ نہو
کہ تھا وہ گل قدرت حق کی بو

خوش آیا نہ سایہ کو ہونا جدا
اُسی نور حق سے رہا زیر پا

نہ ڈال کسی شخص پر اپنی چھانو
کسی کا نہ منہہ دیکھا دیکھا اُسکے پانو

وہ ہوتا زمین گیر کیا فرش پر
قدم اُسکے سایہ کا تھا عرش پر

نہونیکی سایہ کے اک وجہ اور
سمجھے خوب سوچی یہ ہے شرط غور

جہانتک کہ تھے یان کے اہل نظر
سمجھ مایۂ نور کحل البصر

سبھون نے لیا پتلیون کو اوٹھا
زمین پر نہ سایہ کو گرنے دیا

سیاہی کی پتلی کا ہے یہ سبب
وہی سایہ پھرتا ہے آنکھون میں اب

وگرنہ تھی یہ چشم اپنی کہان
اُسی سے یہ روشن ہے سارا جہان

منقبت حضرت امیر المومنین علیہم السلام کی

نظر سے جو غائب وہ سایہ رہا
ملائک کے دل میں سمایا رہا

نہیں ہمسر اُسکا کوئی جز علی
کہ بھائی کا بھائی وصی کا وصی

ہوئی جو نبوت نبی پر تمام
ہوئی نعمت اس کے وصی پر تمام

جہان فیض سے اُسکے ہے کامیاب
نبی آفتاب و علی ماہتاب

علیؑ رازدار خدا و نبی
خبردار سرّ خفی و جلی

دیا پر امامت کے گلشن کا گل
بہار ولالت لاکا باغ سنبل

علی دین و دنیا کا سردار ہے
کہ مختار کے گھر کا مختار ہے

علی بندہ خاص درگاہ حق
علی سالک و رہرو راہ حق

علیؑ ولی ابن عم رسول
لقب شاہ مردان و زوج بتول

کہیں ہیں جو چاہے کوئی بیر سے
یہ نسبت علیؑ کو نہیں غیر سے

خدا نفس پیغمبرش خواندہ است
دگر را فضیلت بکس ماندہ است

یہان بات کی اب سمائی نہیں
نبی اور علیؑ میں جدائی نہیں

نبی و علی ہر دو نسبت بہم
وہ تا و ہے چون زبان قلم

علی کا عدو دوزخی دوزخی
علی کا محب جنتی جنتی

نبی و علی فاطمہ اور حسن
حسین ابن حیدر یہ ہیں پنجتن

ہوئی اُن پہ پروردگار کی خوبی تمام
اونہون پر درود اور اونہون پہ سلام

علی سے لگا تا بہ مہدی دین
یہ ہیں ایک نور خدا سے برس

اونہون سے قایم امامت کا گھر | کہ بارہ ستون ہین یہ اثنا عشر | صغیرہ کبیرہ سے یہ پاک ہین | حساب عمل سے یہ بیباک ہین

ہوا یان سے ظاہر کمال رسول | کہ بہتر ہوئی سب سے آل رسول

تعریف اصحاب پاک کی

سلام آپپر ہو اسکے اصحاب ہین | وہ اصحاب کیسے کہ احباب ہین | خدا نے انہون کو کہا مومنین | وہ ہین زینت آسمان و زمین

الہی بحق رسول امین | بحق علی و با صحاب دین | بحق بتول و بہ آل رسول | کرون عرض جو ہین سو ہووے قبول

خدا اُنسے راضی و رسول اُن سے خوش | علی اُنسے راضی بتول اُنسے خوش | ہوئی فرض اُنکی ہمین دوستی | کہ ہین دل سے وہ جان نثار نبی

الہی ہین بندہ گنہگار ہون | گناہون مین اپنے گرفتار ہون | مجھے بخشدو میرے پروردگار | کہ تو ہے کریم اور آمرزگار

مری عرض یہ ہے کہ جبتک جیون | شراب محبت کو تیری پیون | سوا تیری الفت کے اور سب ہے ہیچ | نہین ہو نہو اور کچھہ ایچ پیچ

جو غم ہو تو ہو آل احمد کا غم | سوا اس الم کے نہو کچھہ الم | رہے سب طرف سے مرے دل کو چین | بحق حسن اور بحق حسین

کسی سے نہ کرنی پڑے التجا | تو کر خود بخود میری حاجت روا | صحیح اور سالم سدا مجکو رکھ | خوشی سے ہمیشہ خدا مجکو رکھ

مری آل اولاد کو شاد رکھ | مرے دوستون کو آباد رکھ | مین کھاتا ہون جنکا نمک اے کریم | سدا رحم کر انپر تو اے رحیم

جیون آبرو اور حرمت کے ساتھ | رہون مین عزیزون مین عزت کے ساتھ | بر آوین مرے دین و دنیا کے کام | بحق محمد علیہ السلام

پلا مجکو ساقی شراب سخن | کہ مفتون ہو جس سے باب سخن

تعریف سخن

سخن کی مجھے فکر دن رات ہے | سخن ہی تو ہے اور کیا بات ہے | سخن کے طلبگار ہین عقلمند | سخن سے ہے نام انکو یان بلند

سخن کی کرین قدر مردان کار | سخن نام اُنکا رکھے برقرار | سخن سے وہی شخص رکھتے ہین کام | جنھین چاہیے ساتھ نیکی کا نام

سخن سے سلف کی بھلائی رہی | زبان قلم سے بڑائی رہی | کہان رستم و گیو و افراسیاب | سخن سے رہی یاد یہ نقل خواب

سخن کا صلہ بار دیتے رہے | جواہر سدا مول لیتے رہے | سخن کا سدا گرم بازار ہے | سخن سنج اُسکا خریدار رہے

رہے جب تلک سر داستان سخن | الہی رہین قدر دان سخن

مدح شاہ عالم بادشاہ کی



خدیو فلک شاہ عالی گہر | زمین بوس ہون جس کے شمس و قمر | جہان اسکے پرتو سے ہے کامیاب | وہ ہے برج اقلیم مین آفتاب

اسی مہر سے ہے منور یہ ماہ | جہان ہووے اور ہو جہاندار شاہ

مدح وزیر الممالک نواب آصف الدولہ بہادر کی

وہ مہر سے ہے منور یہ ماہ | اور اوسکا یہ نجم سعادت وزیر

فلک رتبہ نواب عالی جناب | کہ ہے آصف الدولہ جسکا خطاب | وزیر جہان حاکم عدل و داد | ہے آبادی ملک جس کی مراد

جہان عدل سے اس کے آباد ہے | غریبون فقیرون کا دل شاد ہے | پھرے بہاگتا سورسے فیل مست | زبردست ظالم سے ہے زبردست

کسان پر کرے سد اگر بدنظر | تو آزاد ہوا ورادبار ادوہر | کسی کا اگر مفت لے زلف دل | تو کہا یا کرے پیچ وہ متصل

وہ انصاف سے جو گذرتا نہین | کسی پر کوئی شخص مرتا نہین | نہو بالکہ بکری مین کچھ گفتگو | اگر اسکا جیتا نہووے کبہو

گر آواز سن صید کی کچھ کہے | تو باز آؤ چیخ کہ بھری رہے | پھرے شمع کے گرد گر آکے چور | صبا کھینچ لیجائے اوس کو بزور

نہ لے جبتلک شمع پر وانگی | پتنگے کے پر کو نہ چھیڑے کبھی | اگر آپ کے اُس پہ وہ آگرے | تو فانوس مین شمع چھپتی رہے

احیانا گر اسکے جلین بال و پر | تو گلگیر لے پر شمع کا کاٹ کر | اُسے عدل کی جو طرح یاد ہے | کسے یاد ہے یہ خدا داد ہے

ستم اوسکے ہاتھون سے رو پا کرے | سدا فتنۂ دہر سو یا کرے | گھر دشمن فراغت سے سوتے ہین سب | پڑے گھر مین چورا پڑے روتے ہین سب

بیان سخاوت کا

وہ ہے باعث امن خورد و کلان | کہ ہے نام سے اُسکے مستحق امان

بیان سخاوت کرون جو رقم | تو زر زر کا غذ پہ ہووے قلم | نظر سے توجہ کی دیکھا جدہر | دیا مثل نرگس اُسے سیم و زر

سخاوت یہ ادنی اسی اک اُسکی ہے | کہ اکدن وہ شالے دئے ساتھ ہے | سوا اسکے ہے اور یہ داستان | کہ ہو جسپہ قربان حاتم کی جان

ہوئی کم جو اک بار کچھ برشگال | گرانی سے ہونے لگی ایک سال | غریبون کا دم سا نکلنے لگا | توکل کا بھی پاؤن چلنے لگا

وزیر الممالک نے تدبیر کر | خدا کی دیا راہ مین مال و زر | محلہ محلہ کیا حکم یہ | کہ بار تھی سر اس غم کے کھوا بین کہ یہ

یہ چاہا کہ خلقت کسی ڈھب جئے | کئی لاکھ لاکھ ایک دن مین دئے | یہ لغزش پڑی ملک مین جو تمام | لیا ہاتھ نے اسکے گرتون کو تھام

یہ بندہ نوازی یہ جان پروری | یہ آئین سرداری و سروری | ہوئی ذات پر اُس سخی کے تمام | تکلف ہے آگے سخاوت کا نام

فقیرون کی ہے یہان تلک تونجی | کہ اک اک یہان ہو گیا ہے غنی | یہ کیا دخل آواز جو دے گدا | چٹک کی کلی کی نہووے صدا

قدح لیکے نرگس جو ہووے کھڑی | تو خجلت سے جاوے زمین مین گڑی | نہو اسکا شامل جو ابر کرم | اثر ابر نیسان سے ہووے عدم

ہر اک کام اسکا جہان کی مراد | فلاطون طبیعت ارسطو نژاد | جب ایسا وہ پیدا ہوا ہے بشر | تب اُس کو دیا ہے یہ کچھ مال و زر

بیان شجاعت کا

لکھون گر شجاعت کا اُسکی بیان | قلم ہووے ابر ستم داستان

غضب سے وہ ہاتھ اپنا جیدھر بڑھائے | اجل کا طمانچہ قسم اسکی کھائے | گرے جس جگہ زور اُسکا نمود | دل آہن اُسکا یہ ہو دے گیود

چلی تیغ گر اُسکی زود مصاف | نظر آئے دشمن سے میدان صاف | اگر بے حیائی سے کو ہ ۸۰ د | ملا دیوے اُس تیغ سے منہ بہو

تو ایسی ہی کہا کر گرے سر کے بل | کہ سر پہ کھڑی اسکے رووے اجل | نہو کیونکہ وہ تیغ برق غضب | کہ برش کی تشدید جو مہر بین سب

ہوئی ہم قسم اسکی تیغ اجل | نکل آئے یہ گر پڑے وہ اُگل | لگا دے اگر آوہ پر ایک بار | کفن ہوجائے یون جیسے صابن سے تار



غضب سے غضب اُسکے کانپا کرے
جہاں آگاہ کہ ہین علم و کسب و کمال
سخن کی نہین اُس سے پوشیدہ بات
سدا سیر پر اور تماشے پہ دل
دلیرون کو ہے بس دلیرون سی کام
کھٹکے بند ہین جتنے صحرا مین صید
شجاعت کا ہمت کا یہ کام ہے
خوش پھتے جہان بیچ خورد و بزرگ
بنائی جہان اُسنے نخچیر گاہ
نگر اپنا دیتے ہین جی جان کر
چرندونکا دل اس طرف ہے لگا
خبر اُسکی سُنکر یہ گینڈا چلے
کھڑے ارنے ہوتے ہین سر جوڑ جوڑ
سو وہ تو اطاعت مین یکدست ہین
کہ شاید مشرف سواری سے ہون
کرے ہو نہ صحبت کی اوسکے ہوس

تہور سے ہیبت بہی اسکی ڈرے
ہر اک فن مین ماہر ہے وہ خوش خصال
غوامض ہین سب سہل اُنکے نکات
کشادہ دلی اور خوشی متصل
کہ رہتا ہے شیرون کو شیرون سے کام
ہین لوابکے دام الفت مین قید
دردم ہاتھ مین ہر کہ با دام ہے
یہ ہو جاتے سب لقمۂ شیر و گرگ
رہے صیدوان آگے شام و پگاہ
کہ ٹاپون پہ گرتے ہین آن آن کر
پرندون کو رہتی ہے اُس کی ہوا
کہ ہاتھی بہی ہو مست اینڈا چلے
کہ جی کون دیتا ہے بد بد کے ہوڑ
نشہ مین محبت کے سب ست ہین
سر افراز چلکے عماری سے ہون

اور اُس نور پر ہے یہ حلم و حیا
سخندان سخن سنج شیرین زبان
سلیقہ ہر اک فن مین ہر بات مین
نہو اُسکو کیونکر ہوائے شکار
شہان را ضرورست مشق شکار
زمہرش دل آہوان سوختہ
نہ ہوتا اگر اُس کو عزم شکار
یہ انسان پر اُسکا احسان ہے
رکھا صید بھری پہ جب عزم خیال
نہ سمجھو نکلتے ہین دریا مین سے
پلنگون کا ہے بلکہ چیتا بہی
جو کچھ دل مین گینڈے کے آوے خیال
اطاعت کے حلقے سے بہاگ جو فیل
اُسی کیلئے گو کہ ہین وہ پہاڑ
چلین جب یہ کچھ ہو وہین حیوان کے

کہ ہے خلق کا جیسے دریا بہا
وزیر جہان وہ دو حیدر زبان
نکلتی نئی بات دن رات مین
تہور شعارون کا ہے یہ شعار
کہ آید بپائے صید دل با بکار
بقدر اک اوچشمہا دوختہ
درندون سے بچنا نہ شہر دار ہے
کہ سب خوشی ۔۔ انسان کی جان ہے
لیا اپنی پشت پر اپنی ہاتھی نے خیال
خوشی سے اُچھلتے ہین دریا مین سے
مگر آہستہ دسے پکاری کر چلے
تو بھاگے اُمڑ آگے سیر پر ڈال
پلک اُسکی آنکھون مین ہو روز نیل
قدم اپنا رکھتے ہین سب گاڑ گاڑ
تو صبر حق بجانب ہے انسان کے
ولے کیا کرین جو نہو دسترس

عجز و انکسار مصنف اور عرض کرنا داستان کا

فلک بارگاہا ملک درگہا
جدا ہین جو قدمون سے تیری رہا

نہ کچھ عقل نے اور نہ تدبیر نے
رکہا مجکو محروم تقدیر نے

پر اب عقل نے میری کہولا ہین گوش
دیا ہے مدد سے تری مجکو ہوش

سو مین اک کہانی بنا کر نئی
دُر فکر سے گوندہ لڑیان کئی

لے آیا ہون خدمت مین پہر نیاز
یہ امید ہے پہر کہ ہون سرفراز

مرا عذر تقصیر ہووے قبول
بحق علی و آل رسول

رہین شاد و آباد کل خیر خواہ
پہرین اس گہرانے کے دشمن تباہ

رہے جاہ و حشمت ترا یہ مدام
بحق محمد علیہ السلام

آغاز داستان

اب آگے کہانی کی ہے داستان
ذرا سُنئے دل دیکے اسکا بیان

کسی شہر مین تہا کوئی بادشاہ
کہ تہا وہ شہنشاہ گیتی پناہ

بہت حشمت و جاہ و مال و منال
بہت فوج سے اپنی فرخندہ حال

کئی بادشاہ اُسکو دیتے تہے باج
خطا و ختن سے وہ لیتا خراج

کوئی دیکہتا آکے جب اُس کی فوج
تو کہتا کہ ہے بحر ہستی کی موج

طویلے کے اسکے جو ادنے تہے خر
انہین نعلبندی مین ملتا تہا زر

جہانتک کہ سرکش تہے اطراف کے
وہ اُس شہ کے رہتے تہے قدمون لگے

رعیت تہی ہر اک جا پہ وان سنگ و خشت
ہر اک کوچہ اُسکا تہا رشک بہشت

زمین سبز و سیراب عالم تمام
نظر کو تراوت وہان صبح و شام

عمارت تہی گچ کی وہان پیشتر
کہ گذرے صفائی سے جسپر نظر

کہین چاہ و منبع کہین حوض و نہر
ہر اک جا پہ آب لطافت کی لہر

کرون اسکی وسعت کا کیا مین بیان
کہ جیون اصفہان تہا وہ نصف جہان

ہنرمند وان اہل حرفہ تمام
ہر اک نوع خلقت کا تہا ازدحام

یہ دلچسپ بازار تہا چوک کا
کہ ٹہہرے جہان بس وہان دل لگا

جہانتک کہ رستے تہے بازار کے
کہے تو کہ تختے تہے گلزار کے

وہ پختہ دکانون کا دیوار و در
سفیدی پہ جس کے نہ ٹہہری نظر

صفا پر جو اسکے نظر کے لئے
اُسے دیکھ کر سنگ مرمر گئے

کہون قلعہ کی اُسکے کیا مین شکوہ
گئے دب بلندی کو دیکھ اُسکے کوہ

وہ دولت سرا خانۂ نور تہا
سدا عیش و عشرت سے معمور تہا

ہمیشہ خوشی رات دن سیر باغ
نہ دیکہا کسی دل پہ جز لالہ داغ

سدا عیش و عشرت سدا راگ و رنگ
نہ تہا زیست سے اپنی کوئی تنگ

غنی وہان ہوا جو کہ آیا تباہ
عجب شہر تہا وہ عجب بادشاہ

نہ دیکہا کسی نے کوئی وہان فقیر
ہوئی اُسکی دولت سے گہر گہر امیر

کہانتک کہون اُسکا جاہ و حشم
محل و مکان اسکا رشک ارم

سدا ماہرویون سے صحبت اسے
سدا جامہ زیبون سے رغبت اُسے

ہزارون پری پیکر اُسکے غلام
کمر بستہ خدمت مین حاضر مدام

کسی طرح کا وہ نہ کرتا تہا غم
مگر ایک اولاد کا تہا الم

اسی بات کا اُسکے دل پر تہا داغ
نہ رکہتا تہا وہ اپنے گہر کا چراغ

دنون کا عجب اُسکے یہ پہیر تہا
کہ اس روشنی پر یہ اندہیر تہا

وزیرون کو اک روز اُسنے بلا
جو کچھ دل کا احوال تہا وہ کہا

کہ مین کیا کرون گا یہ مال و منال
فقیرون کا ہے میری دل کو خیال

فقیر اب ہون تو کرون کیا علاج
نہ پیدا ہوا وارث تخت و تاج

جوانی تو میری گئی سر بسر
نمودار پیری ہوئی سر بسر

دریغا کہ عہد جوانی گذشت
جوانی مگو زندگانی گذشت

بہت ملک پر جان کہویا کیا
بہت فکر دنیا مین سویا کیا

رہے بے تمیزی و بے حاصلی
کہ از فکر دنیا و دین غافلی

وزیرون نے کی عرض کای آفتاب
نہو ذرہ تجکو کبہی اضطراب

فقیری جو کیجے تو دنیا کے ساتھ
نہین خوب جانا ادہر خالی ہاتھ

کرو سلطنت لیکن اعمال نیک
کہ تا دو جہان مین رہے حال نیک

ہمیشہ خوشی رات دن سیر باغ
نہ دیکہا کسی دل پہ جز لالہ داغ

سدا عیش و عشرت سدا راگ رنگ
نہ تہا زیست سے اپنی کوئی تنگ

[illegible]
کہ ایسا نہ ہووے کہ پہر سب کہین

تو کار زمین را نکو ساختی
کہ بر آسمان نیز پرداختی

یہ دنیا جو ہے مزرع آخرت
فقیری میں ضائع کرو اسکو مت

عبادت سے اس کشت کو آب دو
کہ وہاں جاکے خرمن ہی تیار لو

رکھو یاد عدل و سخاوت کی بات
کہ اس فیض سے ہے تمہاری نجات

مگر ہاں یہ اولاد کا ہے جو غم
سو اسکا تردد بھی کرتے ہیں ہم

عجب کیا کہ ہووے تمہارے خلف
کرو تم نہ اوقات اپنی تلف

نہ لاؤ کبھی یاس کی گفتگو
کہ قرآن میں آیا ہے لا تقنطو

بلاتے ہیں ہم اہل تنجیم کو
نصیبوں کو اپنے ذرا دیکھ لو

تسلی تو دی شاہ کو اس نمط
ولے اہل تنجیم کو بھیجے خط

نجومی و رمال اور برہمن
غرض یاد تھا جن کو اس ڈھب کا فن

بلاکر انہیں شہ کنے لے گئے
جو دنیا رو برو شہ کے سب آگئے

پھرا جب نظر وہ شہ تاج و تخت
دعا دی کہ ہوں شہ کے بیدار بخت

کیا قاعدہ سے ٹھر کر سلام
کہا شہ نے ہیں تم سے کہتا ہوں کام

نکالو ذرا اپنی اپنی کتاب
مرا ہے سوال اسکا لکھو جواب

نصیبوں میں دیکھو تو میری کہیں
کسی سے بھی اولاد ہے یا نہیں

یہ سنکر وہ رمال طالع شناس
لگے کھینچنے زائچے بے قیاس

دھرے تختے آگے لیا قرعہ ہاتھ
لگا دھیان اولاد کا اسکے ساتھ

جو پھینکا تو شکلیں لئے بیٹھے مل
کئی شکل سے دل گیا انکا کھل

جماعت نے رمال کی عرض کی
کہ ہے گھر میں امید کی کچھ خوشی

ہو سن ہم سے اے عالموں کے شفیق
بہت ہم نے تکرار کی ہر طریق

بیاض اپنی میں شکل میں ہر رمل کی
تو آیا اک نقطہ ہے فرد خوشی

ہے اس بات پر اجتماع تمام
کہ طالع میں فرزند ہے تیرے نام

زن و زوج میں شکل میں ہے فرح
پیا کرنے وصل کا تو قدح

نجومی لگے کہنے در جواب
کہ ہم نے بھی دیکھی ہے اپنی کتاب

نحوست کے دن سب گئے ہیں نکل
عمل اپنا سب کر چکا ہے زحل

ستاروں نے طالع کے بدلے ہیں طور
خوشی کا کوئی دن میں آتا ہے دور

نظر کی جو تسدیس و تثلیث پر
تو دیکھا کہ ہے نیک سب کی نظر

کیا پنڈتوں نے جو اپنا بچار
تو کچھ انگلیوں پر کیا پھر شمار

جنم پترا شاہ کا دیکھ کر
کہا اور ہر چک پہ کر کر نظر

مہاراجی کی ہے تجھ پر دیا
چندرمان سا بالک تیرے ہوئیگا

نکلتے ہیں اب تو خوشی کے بچن
نہ ہو گر خوشی تو نہیں برہمن

مہاراج کے ہونگے مقصد شتاب
کہ آیا ہے اب پانچواں آفتاب

نصیبوں نے کی آپ کے یاوری
کہ آئی ہے اب پانچویں مشتری

مقرر ترے چاہئے ہو پسر
کہ دیتی ہیں یوں اپنی پوتھی خبر

ولیکن مقدر ہے کچھ اور بھی
کہیں اس پہیلے میں برج طور ہی

یہ لڑکا تو ہوگا دولے کیا کہیں
خطر ہے اسے بارہویں برس میں

نہ آئے یہ خورشید بالائے بام
بلندی سے خطرہ ہے اس کو تمام

نہ نکلے یہ بارہ برس رشک مہ
رہے برج میں یہ مہ چار دہ

کہا سنکے یہ شہ نے انکے تئیں
کہو جی کا خطرہ تو اس کو نہیں

کہا جانکی سب طرح خیر ہے
رہ گروشت غربت کی کچھ سیر ہے

کوئی کچھ خوشی ہو جن و پری
کوئی اسکی معشوق ہو استری

کچھ ایسا نکلتا ہے پوتھی میں اب
خرابی ہو اسپر کسی کے سبب

ہوئی کچھ خوشی شہ کو اور کچھ الم
کہ دنیا میں توام ہے شادی و غم

کہا شہ نے اسپر نہیں اعتبار
جو چاہے کرے میرا پروردگار

یہ فرما محل میں درآمد ہوئے
منجم وہاں سے برآمد ہوئے

خدا پر زبس اسکو تھا اعتقاد
لگا مانگنے اپنے حق سے مراد

خدا سے لگا کرنے وہ التجا
لگا آپ مسجد میں رکھنے دیا

نکالا مرادوں کا آخر سراغ
لگائی ادھر لو تو پایا چراغ

سحاب کرم نے کیا جو اثر
ہوئی کشت امید کی بارور

اسی سال میں یہ تماشا ہوا
رہا حمل اک زوجۂ شاہ کو

جو کچھ دل پہ گزری تھی رنج و تعب
مبدل ہوئی وہ خوشی ساتھ

کوئی دن میں سمجھا ہے ہنگامہ

داستان تولد ہونے شاہزادہ بے نظیر کی

خوشی سے ہے بار مجکو ساقی شراب

کروں نغمۂ تہنیت کو شروع
عجب صاحب حسن پیدا ہوا
ہوا وہ جو اس شکل سے دلپذیر
مبارک تجھے اے شہ نیک بخت
رہے اسکے اقلیم زیر نگین
تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار
وہ نذریں خواصونکی جو جو نگیں
نقیبوں کو بلوا کے یہ کہہ دیا
یہ مژدہ جو پہنچا تو لطف اچھی
غلاف انپہ بانات پر زر کے تاتاک
کہا نذر نے ہم سے بہر شگون
ہم ملکے بیٹھے جو شہنا نواز
لگے لینے چین خوشی سے نئے
تری اور قرنی شادی کی دم
نئے سر سے عالم کو عشرت ہوئی
چلے لیکے نذریں امیر و وزیر
امیروں کو جاگیر لشکر کو زر
خوشی میں کیا یہانتک زر نثار
لگے بجنے چونہ پڑنے تمام
جہانتک کہ تھی نایاب اور کار
لگی تہاپ طبلوں کی مردنگ کی
لگا سوم تاروں پہ موچنگ کے
گئی بین کی آسمان پر کھنک
کناری وہ جوڑے چمکتے ہوئے
وہ کانٹا وہ جھڑنا ادا وٹکے ساتھ
کنارا کبھی اپنے جوبن پہ سرکا دیا

کہ اک نیک اختر کرے ہے طلوع
جسے مہر و مہ دیکھ شیدا ہوا
رکھا نام اسکا شہ بے نظیر
کہ پیدا ہوا وارث تاج و تخت
غلامی کریں اسکی خاقان چین
نہ ہو تجھسے مایوس امیدوار
انہیں خلعت و زر کا انعام دی
کہ نقار خانہ میں دو حکم جا
لگا ہر جگہ بادلہ اور زری
شتابی سے نقارونکو سینک تاتاک
کہ دون دون خوشی کی خبر کیبوں
بنا مسند سی پہر کے لگا اسپہ ساز
اٹھانا لگا بجنے اور سکر بیلے
لگے پہرنے زیل اور کہرج میں ہم
کہ لرکے کے ہونیکی نوبت ہوئی
لگے کھینچنے زر کے تودے فقیر
فقیروں کو الماس لعل و گہر
جسے اک دینا تہا بخشے ہزار
کہانتک میں لوں ترنکارونکا نام
لگے گانے اور ناچنے ایک بار
صدا اونچی ہونے لگی جنگ کی
ملا مہر طنبوروں نکی اک رنگ سے
وہ شاہ گنبد چرخ سارا دہمک
وہ پاؤں کے گہنگرو چھنکتے ہوئے
دکہانا وہ رکھ کے چہاتی پہ ہاتھ
کبھی اپنی انگیا کو لینا چھپا

گئے نو مہینے جب اسپر گذر
نظر کو نہو حسن کی جس کے تاب
خواصوں نے خواجہ سراؤں نے جا
سکندر نژاد و دارا حشم
یہ سنتے ہی مژدہ سمجھا جانتا نہ
دوگانا غرض شکر کا کر ادا
کہا جاؤ جو کچھ کہ درکار ہو
کہ نوبت خوشی کی بجاویں تمام
بنا ٹھاٹھ نقار خانہ کا سب
دیا چوب کو پہلے بم سے ملا
بجے شادیانے جو وہاں اسگھڑی
سر دشپہر وہ سر پیچ معمول کے
لگو روں میں نوبت کی شادی کی دھن
سنی جہانتک نے جو خوشی کی نوا
محل سو لگا تا بدیوان عام
دی شاہ نے شاہزادیکے نالوں
خواصونکو خوجوں کو جوڑی دی
کیا یہانتک اور بہکنیوں نے ہجوم
جہانتک کہ سازندہ تھے شاہ کے
لگے بجنے قانون بی اور رباب
کمانچونکو سارنگیوں کو بنا
ستاروں نکے پردی بناکر درست
خوشی کی نریبں ہر طرف تھی لہال
وہ بالے چمکتے ہوئے کان میں
کبھی دل کو پاؤں سے مل ڈالنا
کسی کے چمکتے ہوئے نورتن

ہوا گھر میں شہ کے تو لڑکا پسر
اسے دیکھ بیتاب ہوا آفتاب
کئی نذریں گذرانیاں اور کہا
فلک مرتبت اور عطارد قلم
کئے لاکھ سجدے کہ اے بے نیاز
تجھے کیا شاہ نے جشن کا
کہو خانساماں سے تیار ہو
خبر سنکے یہ شاد ہوں خاص و عام
مہیا کرا اسباب عیش و طرب
لگی پہنچنے ہر طرف کو صدا
ہوئی گرد پیش آکے خلقت کہڑی
خوشی سی ہوئی گال گل پہول کے
سکہرس لڑوالوں کو کہتی تہی سن
تہرکنے لگا تالیوں کو بجا
عجب طرح کا ہوا اژدہام
مشائخ کو اور پیرزادوں کو گانون
پیادی جو تہی انکو گھوڑی دئے
ہوئی آ ہی آہی مبارک کی دہوم
دہی دستکے اور آواز کے
بہا ہر طرف جو یہ عشرت کا آب
خوشی سے ہر ایک اپنی طرز میں بلا
بجانے لگے سب بدہائیاں چھٹ
لگے ناچنے اسپہ اہل نشاط
پہڑکنا وہ تھنتے کا ہر آن میں
نظر سے کبھی دیکھنا بہالنا
کبھی کہے وہ کھڑے پہ تھکی ہیں

وہ دانتوں کی مسی وہ گل برگ سا تر
شفق میں عیاں جیسے شام و سحر
وہ گرمی تھی چہرہ کی جوں آفتاب
جسے دیکھ کر دل کو ہوا اضطراب

چکنا گلوں کا صفا کے سبب
وہ گردن کے ڈورے تھا سب غضب
کبھی منہ کے تئیں پھیر لینا ادہر
کبھی چوری چوری سے کرنا نظر

دوپٹہ کو کرنا کبھی منہ کی اوٹ
کہ پردے میں ہو جائے دل لوٹ پوٹ
ہر اک تان میں آنکھ و ایمان پہ
کہ دل کھینچے تان کی جان پہ

کوئی فن میں سنگیت کے شعلہ رو
پرم جوگ لیتی کسے لے پر ملو
کوئی ڈیرہ گت ہی میں پاؤں تلے
کبھی عاشقوں کے دلوں کو ملے

کوئی دائرہ میں بجاکر پرن
کوئی دھرپد کبھی میں جتنا اپنا فن
غرض ہر طرح دل کو لینا انہیں
کسی طرح سے باغ دینا انہیں

کبھی مار ٹھوکر کریں قتل عام
کبھی ہاتھ اوٹھالیویں دل کو تھام
کہیں دھرپت اور گیت کا غل
کہیں قول و قلبانہ و نقش گل

کبھی بھانڈ اور بدلیوں کا سماں
کہیں ناچ کشمیریوں کا وہاں
مجیرا پکھاوج لگے ڈھول ڈھول
بجانی اسکا کبھی باندہ قول

محل میں جو دیکھا تو یہ اژدہام
مبارک سلامت کی تھی دھوم دھام
بہری ہیکیروں کا تھا ہجوم
وہاں بھی بڑی عشرت کی دھوم

پڑی ابر میں جوں ہلال
محل میں لگا پلنے وہ نونہال
چھٹی تھی غرض خوشی کی بات
کہ دن عید اور رات تھی شب برات

برس گانٹھ جب اسکی ہوئی
دل بستگاں کی گرہ کھل گئی
وہ گل جبکہ چوتھے برس میں لگا
پہر آگیا دور وہ اس ماہ کا

ہوئی تھی جو پہلے شادی کی دھوم
اوسی طرح سے ہوا واں ہجوم
طوائف وہی اور وہی رنگ
ہوئی ملکہ دولی تر رنگ

وہ گل پاؤں سے جب چلا
وہاں آنکھ کو نرگسوں کی ملا
لگا پھرنے وہ جب پاؤں پاؤں
کئے پردے آزاد سب اسکے ناؤ

لئے ارغوانی پیلا ساقی

داستان تیاری میں باغ کی

کر تعمیر کو باغ کی دل چلا

دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ
ہوا رشک جسکے لالے کو داغ
عمارت کی خوبی ودروں کی شان
لگے جس میں زربفت کے سائبان

چقیں اور پردے بنا کے زرنگار
دروں پر کھڑے دست بستہ بہار
کوئی دو طرفہ دریچہ اٹکا ہوا
کوئی نہ پہ خوبی سے لٹکا ہوا

وہ منقش کی دو طرفیاں سر بسر
کہو کا بند باجمیں تار نظر
چقوں کا تماشا تھا آنکھوں کا جال
نگہ کو وہاں سے گذرنا محال

سنہری مغرق چقیں سنہرا لب
وہ دیوار و در کی گلکاریاں
دئے ہر طرف آئینہ لگا
گیا جو گنا لطف انہیں سما

وہ مخمل کا فرش اسکا ستھرا و بس
نہ جسکے آگے بڑھے پائے ہوس
رہیں لگلگے اوس روشن مدام
سعطرشب روز جس سے شام

چھپرکٹ مرصع کا دالان میں
جھلکتا تھا اسطرح ہر آن میں
زمیں پر تھی اسطور اسکی جھلک
ستاروں کی جیسے فلک پر چمک

زمیں کا کہوں کیا میں بیان
کہ صندل کا اک پارچہ عیاں
بنی سنگ مرمر کی چوپڑ نہر
لگی چار سو اسکے پانی کی لہر

قرینے سے گرد اسکے سرو سہی
کچھ اک دور دور سیب و بہی
کہوں کیا میں کیفیت لپٹ
لگا ہی رہیں تاک سے چپست

ہوئے بہاری سے لہلہے
چمن ساری شاداب اور لہکے
زمرد کے مانند پتے کا رنگ
روش پر جو ارش لگا سنگ

روش کی صفائی یہ ہے اعتبار
گل اشرفی نے کیا زرنثار
چمن سے بھرا باغ گل سے چمن
کہیں نرگس و گل کہیں یاسمن

چنبیلی کہیں اور کہیں سونبا
کہیں رائے بیل اور کہیں موگرا
کہیں شاخ سبو کی ہرا کہیں
عدن ماں کی اور رہی آن بان

کہیں ارغوان اور کہیں لالہ زار
گڑھی اپنی موسم میں اسکی بہار
کہیں جعفری اور گیندا کہیں
سماں شب کو داؤدیوں کی کہیں

عجب چاندنی میں گلوں کی بہار
ہر اک گل سپیدی کی میں تھا بہار
کہیں سرو کی طرح چینی کے جہاڑ
کہیں کو کہ خوشہ پروین کے سے پہاڑ

کہیں نرگس و نسرین کہیں نسترن
گلوں کا لب نہر پر جھومنا
لیے ہاتھ میں پیلچے مالنیں
کھڑے شاخ در شاخ باہم نہال
خراماں صبا صحن میں چار سو
صدا قمریوں کی جتوں کا وہ شور
صبا جو گئی ڈھیریاں کر کے پھول
خوشی سے گلوں پر صدا بلبلیں
سماں دیکھ قمریاں اس آن کا
خواصوں اور لونڈیوں کا ہجوم
کنیزان مہ رو کی ہر طرف ریل
کوئی کنگنی اور کوئی گلاب
دوہرا اور تہرا آنچلیاں جانیاں
کہیں چٹکیاں اور کہیں تالیاں
ترکھا رہے کوئی کو کھر دسو ڑ موڑ
کوئی جو وہاں جا کے شوقہ لگائے
کسی کو کوئی دے ہلا مارے کہیں
تماشہ کوئی کہیں پہ ستی لگا سے
غرض لوگ تھی جو ہر کام کے
ہوئی اسکی مکتب کی شادی عیاں
کیا قاعدے سے شروع کلام
معانی و منطق بیان و ادب
لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم
شمار و رکو آنے لگی اسکی ریس
لیا یا نہ جیب خامہ شکا ر
شکستہ لکھا اور تعلیق جب

عجب رنگ پر زعفرانی چمن
اسی اپنے عالم میں منہ چومنا
چمن کو لگیں دیکھنے بھالنے
رہیں ہاتھ جوں گردن میں ڈال
دماغوں کو دیتی ہر گل کی بو
درختوں پہ بگلے منڈیر و پہ مور
پڑے ہر طرف مولسری کے پھول
تعشق کی آپس میں باتیں کریں
پڑیں باب پنجم کا تان کا
محل کی وہ چہلیں وہ اور دھوم
چنبیلی اور کوئی رائے بیل
کوئی مہ رتن اور کوئی ماہتاب
پھریں اپنی جوبن کو دکھلاتیاں
کہیں قہقہے اور کہیں گالیاں
کہیں سروت بوٹی کہیں تار توڑ
کوئی نہر پہ پاؤں بیٹھی بلائے
کوئی جان کو اپنی وارے کہیں
لبوں پہ دھڑی کوئی اپنی جمائے
یہ سب واسطے اسکے آرام کے
ہوا پھر انہیں شادیوں کا سماں
پڑھانے لگے علم اس کو تمام
پڑھا اسنے منقول و معقول سب
زمین آسمان میں پڑی اسکی دھوم
ہوا ساده لوحی میں وہ خوشنویس
لکھا نسخ ریحان وہ خط غبار
رہے دیکھ حیران اتالیق سب

پڑی آب جو ہر طرف کو بہے
وہ چمک جھاک کے گرتا خیاباں پر
کہیں تخم پاشی کریں گود کر
لب جو پہ آئینہ میں دیکھ قد
کھڑے نہر پر قازا اور قرقرے
چمن آتش گل سے دہکا ہوا
وہ کیلو کی اور مولسریوں کی چھاؤں
درختوں برگوں سے کھولے ورق
وہ دائیاں اور معلانیاں
تکلف کے پہنے پہرن سب لباس
رنگیلی کوئی اور کوئی سام روپ
کوئی سیوتی اور چنبیلی کوئی
کہیں اچھی پٹی سنفودری کوئی
بجائی پھرے کوئی اپنے کرے
ادا سے کوئی بیٹھی حقہ پیے
کوئی اپنے موٹے کی لیوی خبر
کوئی آرسی اپنے آگے دھرے
ہوا آن گلوں سے دوبالا سماں
پلا جب وہ اس ناز و نعمت کیساتھ
معلم اتالیق منشی ادیب
دیا تھا زبس حق نے ذہن رسا
خبردار حکمت کے مضمون کیلئے
کیئے علم ترک زبان حرف حرف
ہوا جبکہ نو خط وہ شیریں لبو
عروس النخلوط اور ثلث رقاع
کیا خط گلزار سے جب فراغ

کریں قمریاں سرو پر چہچہے
لٹنے کا سا عالم گلستان پر
پھیری جما دیں کہیں گود کر
اکڑتا کھڑے سرو کا جد شتر
لیئے ساتھ مرغابیوں کے پرے
ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا
لگی جائیں آنکھیں لئے جھبکا نا لو
کہیں طوطیاں بوستاں کا سبق
پھریں ہر طرف اسمیں جلوہ کناں
رہیں رات دن شاہزادی کے پاس
کہ چت لگن اور کوئی کام روپ
کوئی دل لگن اور کوئی کام روپا
ارے اور ترے پکارے کوئی
کہیں واہ واہ اور کہیں وا چھیڑ سے
رم روشنی کوئی بھر بھر جیکے
کوئی اپنی مینا پہ رکھے نظر
ادا سے کوئی بیٹھی کنگھی کرے
اوسی باغ میں تھا وہ سرو رواں
پلا اور یاں کی شفقت کے ساتھ
ہر اک فن کے استاد بیٹھے قریب
کئی سال میں علم سب پڑھ چکا
غرض جو پڑھا اسنے قانون سے
اسی نحو سے اسکی عمر شرف
پڑھا کر لکھے سات سے قلم تو
خفی و جلی مثل خط شعاع
ہوا مسطر قطعہ گلزار باغ

کرون علم اوسکا کہاں تک بیان
کہ ہر خواب اب مختصر یہ بیاں

کرا کے جو درپے ہوا بے نظیر
لیا کھینچ جلسے میں سب فن ہنر

صفائی میں سوفار پیکاں کیا
گیا جبکہ تو دیہہ طوفاں کیا

رکھا چھوٹتی ہی جو لکھ پیپین
لیا اپنے قبضے میں سب اسکا فن

ہوئی دست بازو کی سر سائیاں
اڑا دیں کئی ہاتھ میں گھاتیاں

رکھا موسقی پر جو کچھ خیال
کئے قید سر اوسنے ہاتھوں میں تال

طبیعت گئی کچھ جو تصویر پر
رکھے رنگ سب اسکی مد نظر

کئی دن میں سیکھا یہ سب ڈھنگ
کہ حیران ہوئے دیکھ اہل فرنگ

سوا ان کمالوں کے کتنے کمال
مروت کی خو آدمیت کی چال

رزالون سے نفرون سے اوچھی
سدا قابلوں سے تھی صحبت اسی

کیا نام پر اپنے وہ دل پذیر
ہر اک فن میں وہ ہوا بے نظیر

داستان سواری کی تیاری کے حکم میں

پلا ساقیا مجھکو اک جام مل
جوانی پہ آیا ہے ایام گل

غنیمت شمر صحبت دوستان
کہ گل پنج روز است در بوستان

ترے بہلائی کا گر ہو سکے
شتابی سے بولے جو کچھ ہو سکے

کہ رنگ چمن پر نہیں اختیار
یہاں پنج میں ہے خزان و بہار

پڑی جب گرہ بارہویں سال کی
کہلی گلجھڑی غم کے جنجال کی

کہا شاہ نے بلوا نقیبوں کو شام
کہ ہوں صبح حاضر سبھی خاص و عام

سواری تکلف سے تیار ہو
مہیا کریں جو کہ درکار ہو

کریں شہر کو مل کے آئینہ بند
سواری کا ہو لطف جس سے دو چند

غریبوں کے خوش ہوں صغیر و کبیر
کہ نکلیگا کل شہر میں بے نظیر

یہ فرما محل میں گئے بادشاہ
نقیبوں نے سن حکم لی اپنی راہ

ہوئی شب سو انے لیا جام شراب
گیا سجدہ شکر میں آفتاب

خوشی میں گئی جلد شب جو گذر
ہوئی سامنے سے نمایاں سحر

عجب تھی وہ شب جوں سحر سفید
مجسم روز تھا مثل روز امید

گیا مژدہ صبح لے ماہتاب
اوٹھا سورج آنکھوں کو ملتا شتاب

کہا شاہ نے اپنے فرزند کو
کہ بابا نہا دھوکے تیار ہو

داستان حمام کے نہانے کی لطافت میں

پلا آتشین آب پیر مغان
کہ ہووے مجھے گرم رسم جہان

اگر چاہتا ہے مری دل کا چین
نہ دیجیو ساغر کہ ہو قلتین

کدورت مری دل کی دھو ساقیا
ذرا شیشۂ مے کو دھو دل کے لا

کہ سرگرم حمام ہے بے نظیر
گیا ہے نہانے کو بدر منیر

ہوا جبکہ داخل وہ حمام میں
عرق آگیا اسکے اندام میں

تن نازنین نم ہوا اسکا کل
کہ جس طرح ڈوبے ہے شبنم میں گل

پرستار باندھے ہوئے لنگیاں
سنہرے سے طاس لیکر وہاں

لگے ملنے اس گلبدن کا بدن
ہوا اٹھ کھڑا آب سے وہ چمن

سنا ہیں یون تھی بدن کی دمک
برسنے میں بجلی کی جیسے چمک

لہو پر یہ پانی پڑا سر بسر
نظر آئے وہ جیسے گلبرگ تر

ہوا قطرہ آب یوں چشم بوس
کہے تو پڑے جیسے نرگس پہ اوس

لگا ہونے ظاہر جو اعجاز حسن
ٹپکنے لگا اس سے انداز حسن

گیا حوض میں جب وہ بے نظیر
پڑا آب میں عکس ماہ منیر

وہ گورا بدن اور بال اسکے تر
کہے تو کہ ساون کی شام و سحر

نمی سے تھا بالوں کا عالم عجب
نہ دیکھے کوئی خوب تر اس سے شب

کہوں اسکی خوبی کی کیا تجھسے بات
کہ جیون بھیگتی جائے اور رات

زمین پر تھا اک موجہ نور خیز
ہوا جب وہ فوارہ سال آبریز

زمرد کی لی ہاتھ میں سنگ پا
کیا خادموں نے جو آہنگ پا

ہنسا کھل کھلا وہ گل نو بہار
لیا کھینچ پاؤں کو بے اختیار

عجب عالم اس نازنین پر ہوا
اثر گدگدی کا جبیں پر ہوا

ہنسا اس ادا سے کہ سب ہنس پڑے
ہوا یہ قربان چھوٹے بڑے

دعائیں لگے دینے بے اختیار
کہا خوش رہو تم کو پروردگار

کہ تیری خوشی سے ہے سب کی خوشی
مبارک تجھے روز و شب کی خوشی

نہ آوے کبھی تیری خاطر پہ میل
چمکتا رہے یہ فلک کا سہیل

کیا غسل جب اس لطافت کیساتہ — اٹہا کہیں لا اٹہا انہوں ہاتھ
نہا دہو کے نکلا وہ گل اس طرح — کہ بدلی سے نکلے ہے مہ جس طرح

غرض شاہزادیکو نہلا دہلا — دیا خلعت خسروانہ پہنا
جواہر سراسر پہنایا اسے — جواہر کا دریا بنایا اسے

ریشمی لنگی اور کلغی اور نورتن — عدد ایک سے ایک زیب بدن
مرصع کا سرپیچ جوں موج آب — منور بشکل رخ آفتاب

وہ موتی کے مالے خوبصورت — کہیں جس کو آرام جان دلکا چین
جواہر کا تن پر عجب تہا ظہور — کہ اک اک عدد اسکا کوہ طور

غرض ہوکے اسطرح آراستہ — خراماں ہوا سرو نو خاستہ
نکل گہر سے جسدم ہوا وہ سوار — کئے خوان گوہر کے اسپر نثار

زہے تہا سواری کا باہر ہجوم — ہوا جبکہ ڈنکا پہری سب میں دہوم
برابر برابر کہڑے تہے سوار — ہزاروں ہی تہی ہاتہیوں کی قطار

سنہری روپہلی وہ عماریاں — شب و روز کیسی طرح داریاں
چمکتے ہوی بادلے کے نشان — سواروں کے غٹ اور بالوں کی جان

ہزاروں ہی اطراف میں پالکی — جہلا بور کی جگمگی نال کی
کہاروں کی زربفت کی کرتیاں — اور انکے دبے پاؤں پہرتیاں

سنہری پگڑیاں تاس کی سر اوپر — چمکا چوند میں جس سے آئی نظر
وہ ہاتوں میں سونیکے موڑ کڑے — جہلک جسکی ہر قدم پر پڑے

وہ ماہی مراتب وہ تخت رواں — وہ نوبت کہ دولہا کا جیسے سماں
وہ شہنائیوں صدا خوشنما — سہانی وہ نوبت کی دہیمی صدا

وہ آہستہ گہوڑوں پہ نقارچی — قدم با قدم بالباس زری
بجاتے ہوئے شادیانہ تمام — چلے لگ کے آگے ملے شاد کام

سوار اور پیادہ صغیر و کبیر — جلو میں تمامی امیر و وزیر
وہ نذریں کہ جس جس لئے تہی — شہ و شاہزادی کو گذرانیاں

ہوئے حکم سے شاہ کے پہر سوار — چلے سب قرینہ سے باندہ قطار
سجے اور سجای سبہی خاص و عام — لباس زری میں ملبس تمام

طرق کے طرق اور پری کے پرے — کچہ ادہر اودہر کچہ وری پرے
مرصع کے ساروں سے کوتل سمند — کہ خوبی میں روح القدس سے دو چند

وہ فیلوں کی جہاک ڈنبر کی نشان — جہلکتے وہ منقش کے سائباں
چلے پایہ تخت کے وہ قریب — بدستور شاہانہ بنتی جب جب

سواری کے آگے پڑے اہتمام — لئے سونے روپے کے عاصی تمام
نقیب و رجلودار اور چوبدار — یہ آپس میں کہتے تہے ہر دم پکار

اٹہے اپنے معمول و دستور سے — ادب سے تفاوت سے دور سے
بلا لو جوانو بڑہے جا بجو — دو جانب سے باگیں لئے آبجو

بڑہے جا بجا یوں آگے سے چلتے قدم — بڑہے عمر و دولت قدم با قدم
غرض اس طرح سے سواری چلے — کہے تو کہ باد بہاری سے چلے

تماشائیوں کا جدا تہا ہجوم — کہ ہر طرف تہی لاکہہ عالم کی
اگا قلعہ سے شہر کے حد تلک — وہ کانوں پہ تہی بادلہ کی جہلک

منڈہیر تہے تمامی سے دیوار و در — تمامی تہا وہ شہر سونیکا گہر
کیا نہا زبس شہ آئینہ بند — ہوا جو کہا کا لطف وہاں چار چند

رعیت کی کثرت ہجوم سپاہ — گذرتی تہی رک رک کے نگاہ
ہوی جمع کوٹہوں پہ جو مرد و زن — ہر اک سطح تہا جوں زمین چمن

یہ خالق کی ہے شان قدرت کا ملہ — تماشہ کو نکلی زن حاملہ
لگا لنج سے تا ضعیف و نحیف — تماشے کو نکلے سب ہی شریف

وحوش و طیور و تلک از خلل — پڑی آشیانوں سے اپنے نکل
نہ ہو تہا کوئی اک مرغ قبلہ نما — سو وہ آشیانہ میں تڑپا کیا

زہے شاہزادہ بہت تہا حسین — ہوئی دیکہہ عاشق کہیں جہیں
نظر جسکو آیا وہ ماہ تمام — کیا اس نے جہک کے اسکو سلام

دعا شاہ کو دی کہ بارالہ — سدا یہ سلامت رہے مہر و ماہ
یہ خوش اپنے سند سے شہر کا — کہ روشن رہے شہر پروردگار

غرض شہر سے باہر اک سمت کو — کوئی باغ تہا تماشا کا جہیں
گہڑی جا تک خوب سی سیر کر — رعیت کو دکہلا کے اپنا سہو

اسی کثرت فوج سے ہو سوار
پھر اس شہر کی طرف وہ شہریار

سواری کو پہنچا گئی فوج ادہر
گئے اپنی منزل بھی شمس و قمر

جہاں تک کہ تہیں خادمان محل
خوشی سے وہ ڈیوڑھی تک آئیں نکل

قدم اپنے مجروں سے باہر نکال
لیا سب نے آپہنچا حال حال

بلائیں لگیں لینے سب یکبار
کیا جی کو یکدست سب نے نثار

گیا جب محل میں وہ سرو رواں
بندھا ناچ اور راگ کا پھر سماں

پھر رات تک پہنے پوشاک وہ
رہا سا نہ اسکے طرب ناک وہ

قضارا وہ شب تھی چار دہ
پڑا جلوہ لیتا تہا ہر طرف سے

نظارہ سے تہا اسکے دل کو سرور
عجب عالم نور کا تہا ظہور

عجب لطف تہا سیر مہتاب کا
کہے تو کہ دریا چڑہا آب کا

ہوا شاہزادہ کا دل بیقرار
یہ دیکھی جو واں چاندنی کی بہار

کچھ آئی جو اسکے جی میں امنگ
کہا آج کوٹھے پہ بچھے پلنگ

خواصوں نے جا شاہ سے عرض کی
کہ شہزادی کی آج یوں ہے خوشی

ارادہ ہے کوٹھے پہ آرام کا
کہ بہایا ہے عالم لب بام کا

کہا اتو شہ سے گئے دن نکل
اگر یوں ہے مرضی تو کیا ہے خلل

پر اتنا ہے اس سے خبردار ہو
جنہوں کی ہو جو کی وہ بیدار ہو

لب بام پر جب یہ سووے صنم
کریں سورہ لوگ اوسپہ دم

تمہارا مرا بول بالا رہے
یہ اس گھر کا قائم اجالا رہے

کہا تب خواصوں نے حق سے امید
یہی ہے کہ ہم بھی رہیں رو سفید

پھر اسے حکم لے واں سے شاہ کا
بچھونا وہیں جا کیا ماہ کا

قضارا وہ دن تہا اسی سال کا
غلط فہم ماضی میں تھی حال کا

سخن مولوی کا یہ سچ ہے قدیم
کہ آگے قضا کے ہو احمق حکیم

پڑے تھے اپنے جو سب عیش بیچ
نہ سمجھے زمانہ کی کچھ اونچ نیچ

یہ جانا کہ یوں ہی رہیگا یہ دور
نہ دریا قدرت گئے اس زمانہ کے

کہ اس بیوفا کی نئی ہے ترنگ
کہ گرگٹ بدلتا ہے ہر دم میں رنگ

کرا بادہ عیش در جام ریخت
کہ صد شام بر فرق صبحش بہشت

مداری تعجب زمیں تا دہر
کہ آورد یک حصہ تریاک زہر

شتابی سے اٹھ ساقی سیمبر
کہ چاروں طرف ماہ ہے جلوہ گر

داستان شاہزادے کے کوٹھے پہ سونے او پری کے اوڑا لیجانے کے

بلوری گلابی میں دی بھر کے جام
کہ آیا بلندی پہ ماہ تمام

جوانی کہاں اور کہاں پھر یہ سن
نکل ہے کہ چاندنی چار دن

اگر ساتھ کے دینے میں کچھ دیر ہے
تو پھر جانیو یہ کہ اندھیر ہے

وہ سونیکا جو تہا جڑاؤ پلنگ
کہیں تن کو جیسے امنگ

سراسر وہ چھپے زری بافتے
کہ تھے رشک آئنہ ساتن کے

بچھی چادر اک اسپہ کی ساتھ سا
کہ ہو چاندنی جس صفا کی خلاف

کئے اسپہ تکئے وہ مقیش کے
کہ جیسے غنیں تھے جس کے لگے

دھرے اسپہ تکیہ کئی نرم نرم
کہ مخمل کو ہو جس کے دیکھے شرم

کہاں تک کہوں انکی خوبی کو پالے
جسے دیکھ آنکھوں کو آرام آئے

وہ گل تکئے جو تھے رشک ماہ
کہ ہر وجہ تہی انکی خوبی میں ماہ

کبھی نیند میں جب کہ ہوتا تہا وہ
تو رخسار رکھ اسپہ سوتا تہا وہ

چھپائے سے نہ حسن اسکا تہا
دیے تھے لگا اسکے مکھڑے کو چاند

ہوئی جبکہ حسن کی ایک جوت
کہ جیسے ہو وحشیوں کی ایک سوت

رہیں نیند میں تہا جو وہ ہو رہا
بچھونے پہ آتے ہی بس سو رہا

وہ سویا جوان سے بے نظیر
رہا پاسبان اسکا بدر منیر

ہوا اسکے سونے پہ عاشق ماہ
لگا دی ادھر اٹھ اپنی نگاہ

وہ سر اسکے کوٹھے کا عالم ہوا
غرض واں کا عالم دو بالا ہوا

وہ پھولوں کی خوشبو وہ ستہرا پلنگ
جوانی کی راتیں مرادوں کے دن

جہاں تک کہ تھے نہ جو کی بیدار
ہوا جو چلی سو گئے ایک بار

غرض سب کو واں عالم خواب تہا
نکر جاگتا ایک مہتاب تہا

قضارا ہوا اک پری کا گذر
پڑی اس شاہزادہ کی اسپہ نظر

وہ چپکا سا دیکھا جو اسکا بدن
جلا آتش عشق سے اسکا تن

ہوئی لاکہ جی سے اسپر نثار
دوپٹہ کو اس مہ کے سر سے اوٹہا
سے عشق مین پہر سوجہی ترنگ
ہوا جب زمین سے وہ شعلہ بلند
جلے رشک سے اسکے شمع چراغ

وہ تخت اپنا لائی ہوا سے اتار
دیا گال سے گال اپنا ملا
کہ لے چلے اسکا امانت پلنگ
ہوا مین ستارہ ساتہ کا دوچند
کہ اس مہ کا پہونچا فلک پر دماغ
کبہی خوش ہے دل اور کبہی دردمند

جو دیکہا تو عالم عجب ہے یہان
اگرچہ ہوئی تہی زیادہ ہوس
محبت کی آئی جو دل مین ہوا
شب مین سے زمین سے اٹہا
غرض لے گئی آن کی آن مین
زمانہ کی جیسے ہے پستی و بلند

منور ہے سارا زمین و زمان
و لیکن حیا نے کہا اسکو بس
وہان سے اسے لے اڑی دلربا
چلے شیر جسطرح سے جوش کہا
اڑا کر وہ اسکو پرستان مین

تصویر اڑا لیجانا پری کا شاہزادہ کو



تصویر مان باپ اور سہیلیون کی حالت تباہ کرنے مین شاہزادہ کے غائب ہونے سے



داستان حالت تباہ کرنے مان باپ کی شاہزادہ کے غائب ہونے سے

شتابی مجہے ساقیا دے شراب
کرون حال ہجران زدون کا رقم
نہ ہے وہ پلنگ اور نہ وہ ماہرو
کوئی دیکہ یہ حال رونے لگی

کہ یہ حال سنکر ہوا دل کباب
کہ گذرا جدائی سے کیا انپہ غم
نہ وہ گل ہے اسجا نہ وہ اسکی بو
کوئی غم سے جی اپنا کہونے لگی

یہانکا تو قصہ مین چہوڑا یہان
کہلی آنکہ ایکا ایکی جو وان کہین
پہر دیکہہ حال یہ حیران کار
کوئی باولا سی پہرنے لگی

ذرا اب سنو غمزدونکا بیان
تو دیکہا کہ وہ شاہزادہ نہین
کہ یہ کیا ہوا ہائے پروردگار
کوئی ضعف کہا کہا کے گرنے لگی

کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دلگیر ہو — کوئی بیٹھ ماتم کی تصویر ہو
کوئی رکھ کے زیر زنخدان چھری — رہی نرگس آسا کھڑی کی کھڑی

رہی کوئی انگلی کو دانتوں میں داب — کسی نے کہا گھر ہوا یہ خراب
کسی نے دی کھول سنبل سے بال — طمانچوں سے چہرے کی سرخ گال

نہیں آئی کچھ انکو اس کے سوا — کہ کہیے یہ احوال اب شہ سے جا
سنی شہ نے القصہ جب یہ خبر — گرا کہہ کے خاک پہ کہ ہائے پسر

کلیجہ پکڑ ہاں تو بس رہ گئی — کلی کی طرح سے بکس رہ گئی
ہوا گم وہ یوسف پڑی یہ جو دھوم — کیا تھا وہاں محل نے ہجوم

کہا شہ نے مجھے وہاں کا دو پتہ — عزیز و جہاں وہ یوسف گیا
گئی لے وہ شہ کو لب بام پر — دکھایا کہ سوتا تھا یاں سیم بر

یہی تھی جگہ وہ جہاں سے گیا — کہا ہائے بیٹا تو یاں سے گیا
مری نوجوان میں کدھر جاؤں پر — مجھے پر نظر تو نے کی ہے تغیر

عجب بحر غم سے ڈبویا مجھے — غرض جان سے تو نے کھویا مجھے
کروں اس قیامت کا کیا بیان — ترقی پہ تھا ہر دم شور و فغان

لب بام کثرت جو اکثر ہوئی — تلے کی زمیں ساری اوپر ہوئی
وہ شب آدھی جس طرح سے کٹ گئی — رہی تھی جو باقی وہ رو رو کے کٹی

عجب طرح کی شب تھی ہیہات وہ — قیامت کا دن تھا نہ تھی رات وہ
سحر نے کیا جیب گریبان چاک — اڑانے لگی ملک سب سر پہ خاک

اوٹھا شہر میں ہر طرف شور و غل — کہ غائب ہوا اس چمن سے وہ گل
غم و درد سے دل جو سب کا بھرا — ہوا باغ سارا وہ ماتم سرا

گیا جب کہ وہ سرو اس باغ سے — نظر پھول آنے لگے داغ سے
اکڑ تا گئی سرو سب پنا پہول — اڑانے لگیں قمریاں سر پہ دھول

صدا اب کوئی جو ادھون کی سنے — تو کو کو سے جگر تک انکے چھنے
ہوئی خشک اور زرد ساری نہال — ثمر لگ گئے پاؤں ہوئی پائمال

ترانے سے بلبل کا جی ہٹ گیا — گلوں کا جگر درد سے پھٹ گیا
تبسم گیا حزن سے غنچہ بہول — ہم غم سے از بس لہو پیکے پہول

اور اڑا نور نرگس کا آنکھوں کا سب — ہوئی پہول شبنم کے ماتم کی شب
لب جو کی اور لنے لگی گرد گرد — گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد

لگی آگ لالہ کے دل کو تمام — دیا خاک میں پھینک عشرت کا جام
پڑا ماتم اس باغ میں ایسا سخت — ہوئی نخل ماتم تمامی درخت

گری غم سے انگور ہو بیہوش ہو — پڑی ساری ساری سیہ پوش ہو
اگے تھے جو پتے درختوں کے پانہ — وہ ہل ہل کے ملتے تھے اپنے ہاتھ

وہ لبریز جو نہر تھی جابجا دبکیے — سو آنکھوں وہ رہ گئی ڈبڈبا دیکھیے
چلتے تھے فوارے جو اس کے وہاں — گیا سب نکل انکا تاب و توان

مژہ پر جو اشک تھے جھڑ گئے — غرض روتے روتے گڑھے پڑ گئے
ہوا حال چشموں کا بس اتنا تباہ — کیا رخت پانی نے اپنا سیاہ

کہاں وہ کوہ اور کدھر وہ آبشار — کوئی دل میں روئی کوئی زار زار
نہ بگلوں کا عالم نہ وہ قمری — نہ وہ آبجوئیں نہ وہ سرسری

جہاں رقص کرتے تھے طاؤس باغ — لگے بولنے ان منڈیروں پہ زاغ
سہانی وہ جو تھیں دلچسپ تھیں — سو اب کیا ہو کہ اب آگ لگی واں نہیں

منقش جہاں تھے وہ رنگیں مکان — ہوئی سب وہ جوں دیدہ خون چکان
گلوں کی طرح کھل رہے تھے جو گل — سو وہ سب خزاں سے ہوئے مضمحل

خزاں کا عالم دل میں آگرا — جگر برگ گل کی طرح تھرتھرا
نہ غنچہ نہ گل نہ گلستاں رہا — فقط دل میں اک خار ہجراں رہا

وزیروں نے جو دیکھا احوال شاہ — کہ ہوتی ہے اب اسکی حالت تباہ
کہا گو ہماری گوارا نہیں — و لیکن خدائی سے چارا نہیں

نہیں خوب اتنا نہیں اضطراب — نصیبوں سے ملتا ہے بدلے وہ شتاب
خدا جانے اب سمجھیں کیا بہید ہے — یہ کہتے ہیں نجومیوں کو امید ہے

خدا کی خدائی تو معمور ہے — غرض اسکے نزدیک کیا دور ہے
نہیں اک صورت پہ کوئی مدام — اسی کی غرض ذات کو ہے دوام

بگہ اور شہ کو بٹھا تخت پر — بہر نوع دینے لگے باپ دگر
لٹایا بہت باپ نے مال و زر — و لیکن نہ پائی کچھ اسکی خبر

داستان پرستان میں لیجانے کی

مجھے دیکھنے کھوج او ۔ کا تہا
تہا لی کہین یہان تو اس گل لی بو
وہان ایک تہا سیر کا اسکے باغ
طلسمات کی ساری دیوار و در
گرے جہٹ کے اس لطافت سی
ہرے اور بہرے سب گلون سے
زمین وہان کی ساری جواہر نگار
جواہر کے ذی روح وحش و طیور
لگے ہر طرف گو ہر شب چراغ
صدا آپ سے آپ گھڑیال کے
دگر بند کر دیجئے ایک بار
طلسمات کے پردے او جہاں بین
سر شہر بنگلہ مرصع نگار
قضا را کھلی آنکھ اس گل کی جو
اچنبہے کا یہ خواب دیکھا جو وہان
سرہانے جو دیکھی سہ چار وہ
پہر اسنے کو اور لے اوہر سے نقاب
پر اب تو تو مہمان ہے میری گھر
ترے عشق نے مجکو شیدا کیا
پری تھو نہین اور یہ پرستان ہی
پری کو ہوئی شادی اس ہے کو غم
غرض دل کو جون تون لگایا وہان
کبھی اشک آنکھو نہین بہر لائی وہ
وہ شفقت جو مان باپکی یاد آئی
کرے یاد جب اپنے ناز و نعم
غرض اضطراب اس کو ہر حال مین

کرون اپنا پرستان مین جستجو
کہ جسکے گلون سے ہو تازہ دماغ
نہ یہان کیسے کو ٹہیرے نہ مانگیے گہر
کہ زر ریگ کا جون زعفران پر ہو روپ
جہان چاہیں جا کے رکہیں وہان
ادہر ہیں چہپن ادہر ہوا ہیں بہار
خرامان پہرین صحن میں در بدر
وہی دن کو گو ہر وہی شب چراغ
کہین ناچ کے اور کہین تلکے
تو جوان ارغوان رنگ نکلین ہزار
ارادہ پہ دل کے اٹھین اور گرین
سراپا بر نگ گھر آبدار
نہ پایا وہان شہر کی اپنی بو
لگا کہنے یارب مین آیا کہان
کہ ہے اجنبی وہ اک رشک ماہ
دیا اس نے یہ ہنس کر جواب
لے آئی ہے تجکو قضا و قدر
ترا غم میرے دل مین پیدا کیا
یہان سب یہ قوم بنی جان ہی
یہ ناچار کیا کر سکے وہ صنم
کہا اسنے جو کچھ کہا اس کو ہان
کبھی سانس لیکر کہے ہای وہ
تو زانون کو رو رو کے دریا بہا
فغان زیر لب وہ کرے دمبدم
کہ جون مرغ تڑپے نہالی میں

اڑی جو پڑی وہان سے لیکر اسے
رہا جس مین وہ گل اسی بن انواع کے
سطلا منقش مشبک تمام
نہ آتش کا خطرہ نہ بارش کا ڈر
درخشندہ ہر سقف و الان کی
کہ دیکھو جس چیز کا اشتیاق
پہرین ان کو سارے وہ حیوان ہو
بنائی ہوئی چال باہم سہانی
رہیں وہ انکے حجرونکا جو در کھلا
مکانو نمین مخمل کا فرش و فروش
خواصین پریزاد اوس مین تمام
رکہا شاہزادے کا اس مین پلنگ
نہ وہ لوگ دیکھے نہ وہ اپنی جا
زرین تہا وہ لڑکا تو سہمان بہی کچہ
کہا کون ہے تو یہ کس کا ہے گہر
خدا جانے تو کون مین کون ہون
یہ گھر گو کہ میرا ہے تیرا نہین
چہڑا کر ترا تجسے شہر و دیار
کہان صورت حسن کہان شکل انس
کبھی یون ہی گردش روزگار
ولیکن نہ عقل و ہوش و حواس
وہ صحرا ان کی چہلین وہ گھر کا سمان
کبھی اپنی تنہائی پہ غم کرے
یہ ہاتھ نہ ... ... یا کرے
غرض ناحق ... ...

ذرا خضر رہ تو ہی ہو ساقیا
اتارا پرستان کے اندر اسے
طلسمات گل اسی بن انواع کے
یہ کیا ہو جو ہو دہو پلکا اس مین نام
نہ سردی نہ گرمی کا اسمین خطر
ہو دیوار جیسے چراغان کی
نظر آگئے وہ چیز بالائے طاق
کریں انکو کام انسان ہو
گل و غنچہ سب وہ انکے دو ر اخیال
تو دنیا کے باجون کی آتی صدا
بچھا سایہ ہمائی ان پر نقوش
پہرین گرد اگرد اس پری کے مدام
کہا حسن سے اسکے بنگلے کار نگار
تعجب ہے ایک ایک کو نکار رہا
ہوا کچہ دلیر اور حیران بہی کچہ
لے آیا مجھے کون گہر سے ادہر
مجھے بہی تعجب ہے مین کیا کہون
پر اب یہ گہر تیرا ہے میرا نہین
یہ بندی ہی لائی تجھے میر دیار
غرض قہر ہے صحبت غیر جنس
کہ معشوق عاشق کے ہوا خفتہ با
رہے وحشیونکی طرح وہ اداس
رہے روبرو وہ یہان مین ہر زمان
کبھی اپنے اوپر وہ ماتم کرے
شہو ... ... یا وہ رو یا کرے
پہ ... کیا ... یوسف ...

کبھی گھر مین رہتی کبھی رہتی وہان
کہ تا راز اسکا نہ ہووے عیان

وہ پریون مین از بسکہ تھی خوشنود
نئی چیز لاتی تھی اس کے حضور

عجائب غرائب پرستان مین
دکھاتی تھی ہر شب اسے ٹہلکے

نئے کھانے اور میوہ اقسام کے
مہیا سب اسباب آرام کے

نئی کشتیان روز پوشاک کی
خوشامد سدا جان غمناک کی

نئے ساز گانے وہ اسکے نئے راگ رنگ
کہ تا دل لگے اور نہ ہووے جی تنگ

شرابون کے شیشے چنے طاق مین
کہ تا وہ کہین نکلے نہ آفاق مین

شراب وکباب وبہار ونگار
جوانی و مستی و بوس وکنار

نہ تہا اور کچھ غم بجز اس کو وہان
بغیر از غم دوری دوستان

اسی غم سے کھل کھل کے مرتا وہ
سدا شمع سان آہ کرتا تہا وہ

پری وہ جو تھی دل لگائے ہوئے
وہ بیٹھی تھی اس کو اڑائے ہوئے

وہ تھی نازنین بھی بہت عقلمند
سمجھانے سی کچھ اسکے ہوتی تھی بند

کہا اک دن اسنے سن بے نظیر
مری دام مین تو ہوا ہے اسیر

تو اک کام کر ایک پہر بھر کہین
کیا کر تماشا ایک سیر روئے زمین

تو گر رک کے دل کو نہ کر اپنے بند
نہ پہونچے کہین تیرے دل کو گزند

سر شام جاتی ہون مین پاس
اکیلا تو رہتا ہے اتنا اداس

یہ گھوڑا مین دیتی ہون کل کا تجھے
ولیکن یہ دے تو مچلکا مجھے

اگر شہر کی طرف جاوے کہین
دیا دل کسی سے لگاوے کہین

تو پھر حال ہو تیرا حال گنہگار کا
وہی حال ہو تجھ سے دلدار کا

کہا کیونکہ مین تمکو جاؤنگا بھول
مجھے جو کہا تمنے سب ہے قبول

کہا ماہ رخ نے کہ یہ تیری تخت
کہ بخشا تجھے مین سلیمان کا تخت

جو اترے تو کل اسکی یون چھیڑیو
جو برعکس چاہو تو یون موڑیو

زمین سے لگا اور نہ تا آسمان
جہان چاہو جا ہو تو وہان

داستان گھوڑے کی تعریف مین

کہون کیا مین اس سپ کی خوبیان
پرندون مین کب ہون یہ خوبیان

ذرا کل کو موڑی فلک پر ہوا
جو کہئے تو کہئے اسے بادپا

نہ کھاوے نہ پیوے نہ سووے کبھی
نہ ٹاپے نہ بیمار ہووے کبھی

نہ حشر سے نہ کھرے نہ شبکور وہ
نہ وہ کہنہ لنگ اور نہ وہ [illegible]

دہن و نکانہ موٹرون کا خلل
نہ پیشانی اوپر ستارے کا بل

نہ ساین نہ ناگن نہ ہونیکا ڈر
ہر ایک عیب سے وہ غرض بیخطر

یہ گھوڑا جو اس کل کا تھا نقش کا
فلک سیر تہا نام اس رخش کا

سر شام وہ بے نظیر جہان
اسی رخش پر [illegible]

ہر اک طرف سے ہو کے گذرتا تھا وہ
وہ ہی ایک پہر سیر کرتا تہا وہ

پہر جبکہ سمجھتا تو پھر تا شتاب
کہ پھر [illegible]

داستان وارد ہونے مین بے نظیر کے باغ مین بدر منیر کے

کہاں ہے تو اے ساقی شوخ رنگ
کہ آیا ہون مین بیٹھے بیٹھے بہ تنگ

پلا مجکو دارو کوئی تیز و تند
کہ ہوتا چلا ہے مرا ذہن کند

مرے توسن طبع کو پر لگا
مجھے بادلنے کی چل فلک پر اڑا

سنو ایک دن کی یہ تم واردات
اٹھا سیر کو بے نظیر ایک رات

ہوا ناگہان اسکا اک جا گذر
سہانا سا اک باغ آیا نظر

سفید ایک دیکھی عمارت بلند
کہ تھی نور مین چاندنی دو چند

وہ چھٹکی ہوئی چاندنی جا بجا
وہ جاڑے کی آمد وہ ٹھنڈی ہوا

وہ نکھرا فلک اور وہ مہ کا ظہور
لگا شام سے [illegible] نور

یہ عالم جو پایا تو گھوڑے پہ آ
اترا اپنے گھوڑے سے اور سر جھکا

لگا جھانکنے اس مکان کے تئین
کہ دیکھون تو یان کوئی ہے یا نہین

جو دیکھا تو ایسا کچھ آیا نظر
کہ سب کچھ گیا اپنے جی سے گذر

کہا جی سے اب تو کچھ ہو سو ہو
ذرا چلکے اس سیر کو دیکھ لو

[illegible] سہلا پانو وہ
نظر سے چھپائے ہوئے چلا تو وہ

الگ کھول پانون سے کو اٹ
چلا سایہ سایہ درختون کی آڑ

کئی انجمن کنجان با ہم درخت
کہ لپٹے ہون جس طرح مشتاق سخت

لگا وہان سے چھپ چھپ کے تکنے نظر
درختون سے جون ماہ ہو جلوہ گر

جو دیکھے تو صحبت عجیب وہان
ملی جنس کی اپنے جو اس کو بو
در و بام بار سنگ سارے سفید
زمین کا طبق آسمان کا طبق
لئی اسکے عالم پہ جس دم نگاہ
کہین دیکھ اس کے تئین ہوشمند
لپیٹے ہوئے بادلون سے درخت
لب نہر پر صاف جو غور کی
سفر ضل پڑا اسمین مقیش جو
غرض اپنی صورت سے تارون کو
فقط چاندنی مین کہان طور یہ
گل و غنچہ زرین تاج و خروس
کھچا اک نگہیرہ زر نگار
کنچے دوڑ ہوا اک قدر زرتار کے
سفر تا بہ بچھی مسند اک جگمگی
بلورین صراحی و جام بلور
چمن سارے واں دیکھ یون ذیہر کی
نگہ کیجے سایہ ادھر پر نگاہ
کہ ڈرون کو دیتے حسن کو انتخاب
نکل اپنی حدت سے کثرت مین آ
حقیقت کی لیکن ابصار تہی سو

عجیب چاندنی تہی عجب سمان
لگا تکنے حیرت سے ہر اک کو
ہر اک طاق محراب صبح سپید
سنہری روپہلی ہون جیسے ورق
اور آیا نظر اسمین اک رشک ماہ
پری کو کیا ہے گا شیشے مین بند
زمین و ہوا صاحب تاج و تخت
نو ٹوپڑی تہی وہ اک بلور کی
گرا ماہ وہان رشک سے پھر زری
زمین کو فلک کا بنایا تہا جوڑ
کہ ظرہ نہ جبتک ملے اور یہ
زمین چمن سے جبین عروس
کرتے تہے جہالر پہ موتی نثار
لڑی جون کنارے پہ ہون ہار کے
کہ تہی چاندنی جیسے قدمون لگی
دل و دیدہ وقت تماشائی نور
جوانان شب بو کے ہر جا پرے
تو ہو وہ بہی جون سایہ مہر و ماہ
ہر اک آئینہ مین وہی ماہتاب
وہی نور ہی جلوہ گر جابجا

عجب صحن زمین اور طرفہ محل
نظر آئی وہان چاندنی کی بہار
مغرق زمین پر تمامی کا فرش
بلورین دہری ہر طرف سنگ فرش
طرح اسکی ہر دل کی مانوس تہی
ہر اک سمت وہان نور کا ازدہام
ملب وہ چوپڑ کی پاکیزہ نہر
پڑی اسمین فواری چہوٹتے ہوے
لبے گود مقیش چہوٹے بڑے
ہوا مین وہ جگنو سے چمکے بہم
زمانہ زر افشان ہوا زرفشان
خرامان زری پوش ہر ماہ وش
جڑاؤ وہ استادہ الماس کے
کہون کیا مین جہالر کی اسکی پہبن
نہ پہولی سماتے تہے تکئے دہرے
زمین نور کی آسمان نور کا
ستارون کا مہتاب مین حال یون
کرے ہو نگہ جس طرف کو گذر
نظر جس طرف جائے نزدیک و دور
بجز رنگ سے ہر طرف ماہتاب

چلا دیکھتے ہی دل اسکا نکل
کہ آنکھون سے لی کی خبر کی اختیار
جھلک جسکی لے فرش سے تا بعرش
کہ جس سے منور ہے رنگ رفرش
کہ گویا وہ شیشی مین فانوس تہی
لگے آئینے قد آدم تمام
پڑی چشمہ ماہ سے جس مین لہر
کہ اپنی ہی ہوتی سے لٹتے ہوئے
ہر اک ستارے اڑاون کہڑے
ملہین جلوہ مہ کو زیر قدم
زمین سے لگا تا آسمان زرفشان
کہ زمین دیکھ کر مہر و مہ جنکو غش
ڈہلے ایک سانچے کے راس کے
کہ سورج کے مہ گرد جیسے کرن
کہ تہے وہ فقط حسن سے بھرے
جدہر دیکھو ادہر سمان نور کا
کہ جون نہین پانی کے قطرے ہون جون
بجز نور آتا نہین کچھ نظر
اسی ایک مہ کا ہی ہر جا ظہور
وہی ایک عالم کہ جس کی کتاب
کہ دیکھے وہ اسکے سوا غیر کو

داستان تعریف مین بدر منیر اور عاشق ہونا بے نظیر کا

گلابی مرے سامنے ساقیا
کرون اس مکان کی بلین کا
برس پندرہ ایک کا سن و سال
نوا صیین کھڑی ادہر ادہر تمام
ادہر آسمان پر وہ رخشندہ مہ

سہ چار رہ کہ دکھا کر بلا
کہ پھر بعد خاتم نگین کا بیان
سہانا حسین اور صاحب جمال
ستارون کا جون ماہ پر ازدہام
ادہر یہ زمین پہ سہ چار دہ

کہ دیکھے سے جسکے ہو دل کو سرور
وہ مسند جو تہی موج دریائے حسن
دہ گہری تکیہ پہ اک ناز سے
وہ بیٹھی تہی سج دہج بنائے ہوئے
پڑا عکس دونون کا جو نہر مین

نظر تا ہم کر جائے نزدیک و دور
وہان دیکھی اک مسند آراء حسن
سر نہر بیٹھی تہی اک انداز سے
دل اس چاندنی پر لگائے ہوئے
لگے لوٹنے چاند ہر لہر مین

نظر آئے اتنے جو اک بار چاند
کرون اسکی پوشاک کا کیا بیان
اور اک اوڑہنی جون ہوا کا حباب
گریبان مین تکمہ اک الماس کا
جہلک پائجامہ کی دامن سی یون
وہ ترکیب اور چاند سا وہ بدن
وہ آنکہون مین سرمہ وہ مژگان کی نوک
لگاوٹ نگہ کی وہ ہیچ لڑا ست لڑا
تلے اسکے موتی لگے گرد کل
جواہر سے بینے کی ہیکل جڑی
کسی کے کہان ہاتہ وہ پاؤن آئے
سب اعضا بدن کے موافق درست
وہ مکہڑا جسے دیکہہ مہ داغ کہائے
کچہ اک تمکنت اور کچہ اک بانکپن
تغافل حیا ناز شوخی غرور
وہ ابرو کہ محراب ایوان حسن
در گوش جب انکا تابندہ ہو
وہ رخسار نازک کہ ہو جائی لال
وہ ساعد وہ بازو بہرے گول گول
زبس مثل آئینہ تہا اس کا تن
وہ زانو کہ آ جائے گر اسپہ ہاتہ
قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام
بتا کیا کہ کیسی ہی گو چال لائے
عجب انپٹن پا صاف انگشت پا
یہ قدرت کا دیکہا جو اسنے خیال
جو دیکہین تو ہر اک جان حسین

زمانے کو کے منہ کو لگے چار چاند
فقط ایک پشواز آب رواں
جسے دیکہہ شبنم کو آوے حجاب
ستارہ سا مہتاب کے پاس کا
کہ روشن ہو فانوس مین شمع جون
وہ بازو پہ ڈہلکے ہوئی نور تن
کرن پہول کی اور پلے کی جہوک
سراسر گلے حسن اس کے پڑا
کہ جون شبنم آلودہ ہو برگ گل
کمر اور کو لے کے نیچے پڑی
جواہر جہان بانو پہ پڑ کے جائے
ہر اک کام مین اپنی چالاک و چست
وہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آئے
غرض ہر طرح مین انوکہی پہبن
ہر اک اپنے موقع سے وقت ضرور
جہکی شاخ نخل گلستان حسن
صدف کا دل صباحت سے شرمندہ ہو
اگر اسپہ بوسے کا گذرے خیال
برابر ہو الماس کے جتنا تول
کہے تو کہ تہی ناف عکس ذقن
رہی عمر بہر ہاتہ زانو کے ساتہ
قیامت کرے جسکو جہک کر سلام
کہان پر وہ رفتار کو اسکی پائے
کف پا دکہاوے سر پشت پا
کہا شاہزادے نے یا ذوالجلال
درختون کی ہے اوٹ ماہ مبین

عجب طرح کا حسن تہا جانفزا
زبس موتیونکی تہی سنجاف کل
صباحت صفا اسمین جہلکی ہوئی
وہ کرتی وہ انگیا جواہر نگار
صفائی پہ پوشاک کی دیکہیو
جڑاؤ وہ بالے کہ ہالے کا رشک
وہ موتی کا دولڑا وہ موتی کا ہار
جڑاؤ دہکتی وہ چنپا کلی
جہانگیریون کا کرون کیا بیان
فقط موتیون کی پڑی پازیب
سراپا زبان ہو اگر میرا تن
جہان راستی چاہیئے راستی
جو کچہ چاہیئے ٹہیک سب سی انگ
کرشمہ ادا غمزہ ہر آن مین
تبسم تکلم ترحم ستم
نگہ آفت و چشم عین بلا
وہ بینی کہ جسکی نہین کچہ نظیر
نہین رطب یابس کا یان حساب
وہ دست حنا بستہ خوبی کا باب
کمر کو کہون کیونکہ مین اسکے پیچ
وہ ساق بلورین وہ انداز پا
وہ اٹہہ کہیلیان اور اوسکی چال
الگ چال سکی کوئی کیا چلے
مغرق جواہر سے اک جفت کفش
درختون سے وہ دیکہتا تہا یہان
یہ چرچا جو پہیلا کہ ظاہر ہوا

کہ مہ روبرو جسکے تہا ٹہٹک رہا
کہیں تو وہ بیٹہی تہی موتی مین تل
پڑی سر سے کاندہی پہ ڈہلکی ہوئی
نیا باغ اور وہ ابتدا کی بہار
وہ موتی مین ہی کہ میلی نہ ہو
وہ موتی کے بالے کہ عاشق کا ہو
سدا اشک سا عقد یہ وہ جسپر نثار
رہی جس سے الماس کو بیکلی
کہ اٹہتی تہی ہاتہون جسکے فغان
کہ جسکے قدم سے گہر پائی زیب
سراپا ہین اس کے کرون سحر
کہیں جس جا چاہیئے ویان کہی
نزاکت سراسر سپیدی کا سا انگ
غرض دلبری اسکی فرمان مین
موافق ہر اک حوصلے کے کرم
مژہ دین صفون کو الٹا پہرا
ہے انگشت قدرت کی سیدہی
بیاض گلو سب کی سب انتخاب
شفق ہین ہتہیلیان پنجہ آفتاب
نہ آوے نظر تو ہے قسمت کا پیچ
پہری ہر سحر چشم و دل مین سدا
کہ دل جس سے عالم کا ہو پائمال
یہ انداز سب اسکے پاؤن تلے
نہ وہ صفت پا بلکہ صفت کفش
کسی کی نظر جا پڑی ناگہان
ہر اک حال سے اسکے ماہر ہوا

یہ سن ایک سے ایک واں سب ۔۔۔ برگ برگ گل کی طرح غنچہ لب
کسی نے کہا کچھ نہ کچھ ہے بلا ۔۔۔ کسی نے کہا چاند ہے یا ن
لگی کہنے مانا کوئی اپنا کوٹ ۔۔۔ ستارا پڑا ہے فلک پر سے ٹوٹ
کسی نے کہا دیکھیو اسے بوا ۔۔۔ کھڑا ہے کوئی صاف یہ مرد وا
یہ آپس میں باتیں جو ہونے لگیں ۔۔۔ اشاروں سے گھاتیں ہونے لگیں
کہاں ہیں تو دیکھوں یہ کہہ کر اٹھی ۔۔۔ گیا سن ناجی تو رہ کر اٹھی
کچھ اک تو وہ ناسمجھ بھول کھاتی ہوئے ۔۔۔ دھڑک اپنے دل کی ستاتے ہوئے
گئی جب وہ کر کے دل اپنا کڑا سخت ۔۔۔ وہاں جس جگہ تھے وہ باہم درخت
سرکنے کی واں سے نہ جا گہ نہ ۔۔۔ وے حیرت عشق نے گاڑ پانو
نئی اپنے لب سے سو نکی نمود ۔۔۔ جسے دیکھ نیلا ہو چرخ کبود
تماشے کی سجاوٹ جلوہ کناں ۔۔۔ کہ جوں عکس سبزہ بر آب رواں
عجب بیچ سے بیچ بیٹھے تھے مل ۔۔۔ کہ ہر پیچ پر پیچ کھاتا تھا دل
وہ موتی کا لٹکن زمرد کی جڑ ۔۔۔ لٹک جس کی زیبندہ دستار پر
اک الماس کی ہاتھ انگشتری ۔۔۔ سراسر حنا دست و پا میں لگی
بدن آئینہ سا دمکتا ہوا ۔۔۔ گل باغ خوبی لہکتا ہوا
قیافہ سے ظاہر سراپا شعور ۔۔۔ جبیں پر پرشا شجاعت کا نور
یہ عالم جو دیکھا جو غش کر گئیں ۔۔۔ وہ جتنی کہ آئی تھیں سب گر گئیں
عجب سبز سی سبز مہتاب میں ۔۔۔ یہ عالم تو دیکھا نہیں خواب میں
اٹھا پائے گا کون جلد اس نگار ۔۔۔ نہا کی کہیں ہاتھ سے یہ بہار
گئی اس جگہ جیکہ بدر منیر ۔۔۔ اور اس نے جو دیکھا شہ بے نظیر
غرض بے نظیر اور بدر منیر ۔۔۔ گرے دونوں آپس میں ہو کر اسیر
تھی ہمراہ اوسکے اک دخت وزیر ۔۔۔ نہایت حسین اور قیامت شریر
شتابی سے لا اسنے چھڑکا گلاب ۔۔۔ تب آئی تنوں میں انکے تاب
وہ شاہزادہ دل شدہ ٹھٹک ۔۔۔ وہیں رہ گیا نقش پا سا ہچک
چلی اسکے آگے سے منہ موڑ کر ۔۔۔ وہیں نیم بسمل اسے چھوڑ کر

جو دیکھیں تو شعلہ سا روشن ہر ۔۔۔ درختوں کا روشن سا آنگن ہے
کسی نے کہا ہے پری یا کہ جن ۔۔۔ کسی نے کہا ہے قیامت کا دن
ہوئی صبح شب کا گیا اٹھو حجاب ۔۔۔ درختوں میں نکلا ہے یہ آفتاب
کسی نے کہا یہ تو لد دلدار ہے ۔۔۔ کسی نے کہا کچھ یہ اسرار ہے
گئی بات یہ شاہزادی کے کانمیں ۔۔۔ یہ سنتی ہی جاتا رہا اسکا ہوش
خواصوں کے کاندھے پہ دھر اپنا ۔۔۔ عجب اک ادا سے چلی ساتھ ساتھ
گئی سہمیں تہیں جو کچھ کچھ پڑھیں ۔۔۔ دبا پائیں وہ پڑھ پڑھ آگے بڑھیں
جو دیکھیں تو ہے اک جوان حسین ۔۔۔ کھڑا ہے وہ آئینہ سا مہ جبین
برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن ۔۔۔ مرادوں کی راتیں جوانی کے دن
گلے میں پڑا نیمہ شبنم کا ایک ۔۔۔ بدن سے عیاں نور کا عالم ایک
طرحدار ایک سر پہ بیٹھا سجا ۔۔۔ تمامی کا پٹکا کمر سے بندھا
جواہر کا تکمہ گلے میں لگا ۔۔۔ ستارہ ہو جوں صبح کا جگمگا
وہ گورا بدن صاف ترکیب وار ۔۔۔ بہر عضو ڈنڈ پر نور تن کی بہار
عیاں چستی و چابکی ہاتھ سے ۔۔۔ نمود جوانی ہر اک بات سے
اکڑ زلف کی اور کاکل کا بل ۔۔۔ جوانی کی شب کا سماں بر محل
وے عشق کی تیغ کھائے ہوئے ۔۔۔ کھڑا دل کسی پہ لگائے ہوئے
شتابی سی جا کر کہا واں کا حال ۔۔۔ کہ اے شاہزادی عجب صاحب جمال
کہے سے ہمارے نہ مانو گی تم ۔۔۔ جو دیکھو گے آنکھوں جانو گے تم
نہیں اور کچھ تم نہ سمجھو ہراس ۔۔۔ چلی آؤ تم ان درختوں کے پاس
گئے دیکھتے ہی سب آپس میں مل ۔۔۔ نظر سے نظر جیسے جی دل سے دل
رہی کچھ نہ تن من کی سدھ اسے ۔۔۔ نہ کچھ اپنے تن کی رہی سدھ اسے
ز بس تھی ستارہ سے وہ دلربا ۔۔۔ اسے لوگ کہتے تھے نجم النسا
وہ ادا دیکھتے تو اٹھی پہ حیران سی ۔۔۔ گل شبنم آلودہ گریاں سے
کہ وہ نازنین کچھ جھجک منہ چھپا ۔۔۔ کمر اور چوٹی کا عالم دکھا
وہ گدی وہ شانہ وہ پشت کمر ۔۔۔ وہ چوٹی کا کولے پہ آنا نظر

داستان زلف اور چوٹی کی تعریف میں

پلا ساقیا ساغر مشک بو
کہ ہے مجکو درپیش تعریف ہو

کروں اسکے بالوں کا کیا میں بیان
نہ دیکھا کسی رات میں وہ سماں

وہ کنگھی وہ چوٹی کبھی صاف صاف
کناریکا پیچھے چمکتا سو باف

نمایاں تہی یوں اڑہنی سے جھلک
کہ جوں ابر میں برق کی ہو چمک

سنگاروں میں وہ سب سے ہے آشکار
یہ کہتے ہیں چوٹی کا اس کو سنگار

گل و سنبل اسپر ہے قربان ہے
کہ اسکی لٹک میں عجب آن ہے

وسلے ہاتھ آتا ہے اسکا کٹھن
کہ ہے فی الحقیقت وہ کالیا سن

تس اوپر وہ چوٹی کا پڑنا وہاں
وہ پیٹھ اسکی شفاف آئینہ سان

بہری تہی دلوں سے زبس مانگ
بہت دل لٹے اس سے کنگھی مانگ

کشاکش میں تہا ورنہ جینا تو ہیچ
بہلے کو رکھا اسنے ڈھیلا ہی پیچ

کرے سرخ جو کوئی اسمیں موباف
کرے خون دل اپنا اسکو معاف

کہانتک کہوں اسکی چوٹی کی بات
کہ تھوڑا ہی سا ناگ اور بڑی ہے رات

بہت موشگافی جو کی میں وہاں
گھٹا اینکی جاگہ نہ تہی درمیاں

اب اس پیچ سے باہر آتا ہوں میں
سماں ایک تازہ سناتا ہوں میں

ادائیں سب اپنی دکہاتی چلی
چھپا منہ کو اور مسکراتی چلی

یہ ہے کون کمبخت آیا یہاں
میں اب چھوڑ گھر اب جاؤں کہاں

دیا ہاتھ سے چھوڑ پردہ شتاب
چھپا ابر تاریک میں آفتاب

مجھے جو چلے تو خوش آتے نہیں
ترے ناز بیجا یہ بھلتے نہیں

کیا ہے اگر تونے گھایل اسے
تو منت چھوڑ اب نیم بسمل اسے

سے عیش کا جام اب نوش کر
غم دین و دنیا فراموش کر

کہاں یہ جوانی کہاں یہ بہار
یہ جوبن کا عالم رہے یادگار

سبھی یوں تو دنیا کے ہیں کاربار
وسلے حاصل عمر ہے وصل یار

کہاں چاہ سولے ہیں یوسف عزیز
اری باؤلی چاہ میں کر تمیز

شتابی سے مجلس کو تیار کر
تو اس گل سے گہر رشک گلزار کر

شب و روز پی ملکے جام شراب
مہ مہر کو رشک سے کر کباب

میں سمجھی ترا دل گیا ہے ادھر
بہانے تو کرتی ہے کیوں مجھ پہ مہر

سر شام سے دی یہانتک شراب
کہ مستی میں دیکھوں رخ آفتاب

وہ زلفیں کہ دل جنمیں الجھا رہے
الجھنے سے جی جنکے سلجھا رہے

کہوں اسکی کا کیا میں رنگ
کہ جوں آخری شب چمکیگا رنگ

سو باف زری نے کیا ہے غضب
دیا ہے گرہ دن کو دنبال سب

نہ ہو کیونکہ چوٹی کا رتبہ بڑا
کہ اک نور ہے اسکے پیچھے پڑا

لڑی تہی زبس سحر اسکی ساتھ
شب و روز کو دی دیکھا اسنے گانٹھ

الٹ کر نہ دیکھے اسے ہوشیار
کہ وہ اک ستارہ دنبالہ دار

کہوں اسکے عالم کا کیا ماجرا
کہ جوں ہووے دریا پہ کالی گھٹا

دل عاشق اسپر سے قربان ہے
کہ مشاطہ کا سر یہ احسان ہے

غرض حسن کا اسکے سب ہے یہ
جو چاہے کرے وہ سیاہ و سفید

کیا قتل گو اس نے دل کو کیا
شفق کا نہیں شام پر خون

دیا شعر کو گرچہ ہے بار طول
ولیکن یہ ہے عرض میری

تس اوپر جو پوری نہی مثال
ہوئی ہے مری فکر مجھ پر وبال

غرض وہ مری جب کہا اپنی
تو گویا کہ مارا محبت کا جال

غرض منہ پہ ظاہر دل میں چاہ
نہاں آہ آہ اور عیاں واہ واہ

یہ کہتی ہوئی آن کی آن میں
چھپی جاکے اپنے وہ دالان میں

کہ اتنے میں آئی وہ دخت وزیر
لگی ہنسکے کہنے کہ بدر منیر

مری طرف دیکھ تو ہائے ہائے
مثل ہے کہ من بہا سنڈ یا بلائے

مگر اک خدا اٹھا زندگانی کا تو
مزا دیکھ اپنی جوانی کا تو

یہ حسن جوانی یہ جوش و خروش
غفور رسنا ایزد تو ساغر بنوش

سدا عیش دوران دکھاتا نہیں
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

خوشا وہ زمانہ کہ دو اک جگہ
کریں بیکار گہر جاؤ مہر وسہ

تری گھر میں آیا ہے مہمان غریب
یہ ہے واردات عجب شور عجیب

بلا ساقیا گل اندام کو
نگہ ساتھ گردش میں لا جام کو

یہ سن سن کے وہ نازنین مسکرا
لگی کہنے اچھا بہا اللہ ری بھلا

لگی کہنے ہنس ہنسکے وہ ماہ وش
ہوئی تہی انہو دیکھ میں ہی تو غش

تہی نے تو چہرکا تہا مچپر گلاب / بہلا میری خاطر بلا لو شتاب
بلالائی جا اس جوان کے تئین / کیا میزبان میہمان کے تئین
یہ آپسمین رمزونکی باتین ہوئین / اشارونکی باہم جو گہاتین ہوئین
بلا اک مکان مین بٹہایا اوسے / محل کا سمان سب دکہایا اسے
پہراس نازنین نے پکڑ اسکا ہاتہ / بٹہایا ہو لا آخر اس گل کیساتہ

ملاقات کرنا بدر منیر کا بے نظیر سے

پلا ساقیا مجکو صہبائے عیش / ملی ہی نصیبون سے پیان جای عیش
ہر اک بیج رشک گلستان ہی آج / بہار وصال اب جہان ہی آج
وہ بیٹہی عجب اک انداز سے / بدن کو چرائے ہوئے ناز سے
پسینا پسینا ہوا سب بدن / کہ جون شبنم آلودہ ہو یاسمن
اوتہون کے رکے بیٹہنے سے / ہوئی دل مین اپنے نجم النسا
کہا شاہزادی کو بیٹہی ہی کیا / یہ پیالہ تو اس بت کے منہ سی لگا
مین صدقے تری تجکو میری قسم / کئی ساغر اس کو پلا دم بدم
کہا بادہ نوشی سے ہو جسکو ذوق / پیکو دو پیالہ نہین اسکا شوق
غرض ہو کے آپسمین راز و نیاز / پئے دو پیالے بصد امتیاز
جب آپسمین چلنے لگے جام مل / سنہری غنچہ سا دل کہلا مثل گل
کہلا ہند جب دم در گفتگو / جوان نے حقیقت کہی مو بمو
پہری بہی احوال ظاہر کیا / چہپے راز سے اس کو ماہر کیا
یہ سن دل مین کیا پیچ و تاب / دیا شاہزادی نے اسکو جواب
مین اسطرح کا دل لگاتی نہین / یہ شرکت تو بندی کو بہاتی نہین
بہی شمع سان کیون کوئی اشک سے / جلے کس لئے آتش رشک سے
کوئی لاکہ جی سے ہو مجہ پر فدا / مین تجہ پر فدا ہون مجہی اس سے
یہ رمز و کنایہ جو ہونے لگے / تو آپسمین ہنس ہنس کے رونے لگے
خبر رات کی سن اٹہا بے نظیر / کہا اب مین جاتا ہون بدر منیر
یہ مت سمجہیو ہون مین آرام مین / کہون کیا پہنسا ہون عجب دام مین
کرم مجہپہ رکہیو ذرا میری جان / مین دل چہوڑے جاتا ہون اپنا
کیا اپنے معمول سے بے نظیر / ادہر کا ہوا قیدی ادہر کا اسیر
سمان شب کا آنکہونمین چہایا ہوا / مزا دل مین سارا سمایا ہوا
نئی بات کا لطف پانا غضب / وہ پہلے پہل دل ا   غضب

بہم ملکے بیٹہے ہین دو رشک مہ / قران سعد و مہر ہے اس جگہ
بزور اس کو لاکر بٹہایا جو وہان / نہ پوچہ اس گہڑی کی ادا کا بیان
منہ آنچل سے اپنا چہپائے ہوئے / لجائے ہوئے شرم کہائے ہوئے
گہڑی دو تلک وہ مہ آفتاب / رہی شرم سے پای بند حجاب
گلابی کو لا اوسکے آگے دہرا / پیالہ کو پہر جلد اوسنے بہرا
ذرا میری خاطر سے ہنس بول تو / لب لعل شیرین کو ٹک کہول تو
یہ دیکہ اسکی منت پیالہ اوٹہا / ادہر سے پہرا منہ کو اور مسکرا
کہا شاہزادی نے ہنس کر جواب / پیون میں کسی کے نہ ہونٹہی سے کیون
پہر آخر کو شہزادی نے بہی اٹہا / دیا ساغر اس مہ کے منہ سے لگا
ہوی یکدگر پہر تو تفتیش حال / لگے ہونے آپسمین قال و مقال
کہی ابتدا سے انتہا جو گذری سب / جتایا سب اپنا حسب اور نسب
کہا ایک پہر کی ہے رخصت مجہے / زیادہ نہین اس سے فرصت مجہے
مرو تم پری پر وہ تم پر مرے / بس اب ذرا تم مجہے بیٹہو پرے
محبت تمہے کیون دل لگاوے کوئی / بہلے چنگے دل کو جلا دے کوئی
یہ سن پاؤن پر گر پڑا بے نظیر / کہا کیا کرون آہ بدر منیر
کہا چل سر اپنا قدم پہ نہ دہر / کسی کے دل کی مجہے کیا ہے خبر
رہی دل کی دل مین آخرش بات / پہر پہر گئی اتنی عرصہ مین رات
اگر قید سے چہوٹنے پاؤن گا / تو پہر آج کے وقت کل آؤن گا
دل سجا سے اٹہنے کو چاہتا نہین / کوئی آپ سے جان مرتا نہین
یہ کہہ اوسطرف وہ روانہ ہوا / دل اس طرف اسکا دوانہ ہوا
پہری ساتہ کاٹی وہ جون تونکی / اٹہا صبح ملتا ہوا اپنے ہاتہ
اٹہے جو کوئی وصل کا دیکہ خواب / نہو وصل اور دل کو ہو اضطراب
قلق دل پہ یعنی کٹے روز کب / ملے مجہسے شمع افروز کب

محبت میں زلف سیہ فام کی
ادھر کا تو احوال تھا اس طرح
وہ شب اس کو اندوہ و غم میں کٹی
کچھ امید دل میں کچھ دل کو یاس
کہ تو آج کر خوب اپنا سنگار
کروں کس کی خاطر میں اپنا سنگار
نہا دھو کے اس سرو قد ایسی بنی
وہ مستی اور اسکے لب لعل فام
ستم جیسے سرمہ کی تحریر سے
وہ پشواز اک ڈاک کی جگمگی
جو دیکھے وہ انگیا جو ابھر نکار
ڈلک سرخ نیفے کی ابھری ہوئی
پڑی پاؤں میں کفش زرین نگار
گتھی ہوئی وہ ترکیب اور وہ بدن
بھری مانگ موتی سے جلوہ کنان
ہوس ہو نہ دیکھ زیور کو پھر
وہ ہیرے کا تکمہ بصد آب و تاب
وہ الماس کی ہیکل اک خوشنما
وہ چھاتی پہ الماس کی دھگدگی
وہ پہونچی زمرد کی اور دستبند
وہ مہندی کے پاؤں میں چھلے تھے کل
زمیں سے معطر ہوا تا فلک
فلک تک گئی حسن کی اسکو دھوم
بچھا فرش اور کر چھپر کھٹ کو صاف
ولایت کے میوے دھرے ہر طرف
دھری کیاریاں ہر طرح بے شمار

لگا دیکھنے راہ پھر شام کی
کہا میں نے کر مختصر جس طرح
گھڑی جو کٹی سو الم کی کٹی
لبوں پہ ہنسی لیک چہرہ اداس
مجھے حسن کی اپنے دکھلا بہار
وہ ہے کون جس کو دکھاؤں بہار
کہ دو دن کی پیچ پیچ ہو جیسی بنی
سوا اودیار بدخشان کی شام
کھنچے ہاتھ کافر کی شمشیر سے
ستاروں کی تھی آنکھ جس پر لگی
فرشتے ملے ہاتھ بے اختیار
گلابی سی گرد ایک نہ دی ہوئی
ستاروں کی جسکی زمیں پہ بہار
وہ پوشاک زیور کی اسپر پھبن
نمایاں شب تیرہ میں کہکشاں
کہے تو کہ ٹیکا تھا اسکے سر
وہ صبح گلو مطلع آفتاب
تصور رہے جھمکا دل سے لگا
رہی آنکھ سورج کی جس پر جھپکی
نزاکت میں تھی شاخ گل سے دو چند
کہ آنکھوں سے دل پہ کہاتے تھی گل
زمانہ گیا اس کی لو سے بہک
لیا ہاتھ مشاطہ نے اپنا چوم
مرصع کا اسپر اٹھا کر غلاف
کہ بیچ اور بوٹے کی گل جہ شرف
چنی اک طرف ڈالیوں کی قطار

وہ دن ہجر کا اسپہ شاست ہوا
ذرا اب سنو تم اسپہ بیان
رہی صورت آنکھوں میں جو
لگا اسکو باتوں میں نجم النسا
لگی کہنے چل ری دوانی نہ ہو
غرض شاہزادی بہت دور تھی
وہ مکھڑی کا عالم وہ کنگھی کا رنگ
وہ آنکھوں کا عالم وہ کاجل غضب
لکھوٹا وہ آنکھوں کا مستی سے سات
اور اک اوڑھنی جالی مقیش کی
وہ باریک کرتی مثال ہوا
مغرق زر کا وہ شلوار بند
لگا پاسے وہ نازنیں تا بفرق
وہ جیب تنخی اسکی نزاکت نژاد
وہ ماتھے پہ ٹیکے کی اسکے جھلک
وہ بالی کی تابندگی زیر گوش
وہ نکھ پہ چنپا کلی کی پھبن
وہ بھجبند بازو کے اور نورتن
وہ موتی کی مالا لٹکتی ہوئی
وہ لعلوں کی پازیب آویزہ دار
وہ بالوں کی بو رشک ناف ختن
کیا اس طرح سے جب اس نے سنگار
خواصوں نے گھر کو دیا انتظام
وہ نرگس کے دستے جو آفاق
دھرے ہی بچھلے خاص ایوان میں
اجالا وہ ... خوشنما

اسے کاٹنا دن قیامت ہوا
ہوا طرفہ تالی کا کیا حال ان
ہوئی پاربہ صبح رخسار کی
لگی کہنے جی چاہتا ہے مرا
کوئی چیز اپنی بیگانی نہ ہو
یہ شکل اسکو پہلے ہی منظور تھی
شب ماہ ہو دیکھ کر جسکو دنگ
کہے تو پڑی نرگستان میں شب
کہ جوں ابر میں شب سیاہ ہے ہاتھ
پڑی چاندنی سی مہ عیش کی
عیاں مو بمو جس سے تن کی صفا
شریان سے تابندگی میں دو چند
سراپا جواہر کے دریا میں غرق
چمن زار قدرت میں نخل مراد
سحر چاند تاروں کی جیسے چمک
جیسے دیکھ اڑ جائیں بجلی کے ہوش
کہ سورج کے آگے ہو جیسے کرن
کہ جوں گل سے ہو شاخ زیبا پھبن
رہیں دل وہاں سر ٹپکتے ہوئے
سدا اشک سا خونی ہو جس پر نثار
وہ ڈوبا ہوا عطر میں اسکا تن
ہوئی مہر و مہ اسکے منہ پر نثار
تمامی سکے پردے لٹکا کے تمام
نکالیں سوا کر چنے طاق میں
سوا ہو گئے عطر دالان میں
وہ پاتھیلے دالان میں جا بجا

چھپر کھٹ کے پاس اک مسند بچھا
اور اسپر گاؤ تکیے لگا

کہیں عطر دان مرصع دھری
الو کہیں کثرت کے کئی چوگھڑے

پلنگڑی بنا اور رکھا پاندان
قرینے سے اسمیں رکھی پان پان

سرہانے مجلد دھری اک کتاب
ظہوری نظیری کا کل انتخاب

دھری اک بیاض اور رشک چمن
پر از شعر سودا و میر حسن

قلمدان بھی اک نزاکت بھرا
قرینے سے زیر چھپر کھٹ دھرا

دھرا اک طرف گنجفہ خوش قماش
دھری چوپڑ اک طرف کو غم تراش

بچھی اک چوکی پڑا تورہ پوش
کہ ہیں دیکھ کر غش جسے بادہ نوش

صراحی و ساغر شراب و کباب
دھرا اسپہ ساقی نے کر انتخاب

وہ لے اس کو رکھا چھپائے ہوئے
کہ چھوٹے نہیں منہ لگائے ہوئے

کہا خاصہ پر کو خبردار کر
کہ رکھیو تو خاصے کو تیار کر

یہ سب کچھ ہوا جبکہ آراستہ
خراماں ہوئے سرو نوساختہ

سر شام ہے ہاتھ میں اک چھڑی
ولیکن چھڑی وہ کہ جگنو جڑی

روش پر لگی پھرنے ادھر ادھر
کہ چھپ جائے سورج اسے دیکھ کر

پلا مجکو ساقی شراب وصال
کہ اب ہجر سے تنگ ہے میرا حال

داستان بے نظیر کے آنے کی اور باہم صحبت کرنے کی

تڑپتا تھا ادھر جو وہ بے نظیر
ہوئی شام باری تو چھوٹا اسیر

پڑا سنے سبھی اتنا تکلف کیا
کہ اک دن میں جوڑے کو دلہا بنا

تمامی کی سجاوٹ سے کر درست
بنا جلد جلد اور پہن تنگ چست

پہن لال و یاقوت کے نورتن
وہ گل اسطرح ہو کے رشک چمن

فلک سیر پہ ہو شتابی سوار
ہوا آسمان پر ہوا اک [illegible]

یکایک جو وارد ہوا اس جگہ
کہ جس جا خراماں تھی وہ رشک مہ

نظر نازنین کی جو اسپر پڑی
ہوئی چادر خشتوں کی اوجھل گھڑی

کیا چھپکے عالم پہ اسکے جو دھیان
تو دیکھا عجب رنگ سے وہ جوان

کہ دولہا ہی جوڑا گلے میں پڑا
چھپا سبزی میں جلوۂ آفتاب

کہی تو کہ شب چاند نے ان کے
نکالا ہے منہ کھیت سے وہان کے

وہ حسن اور پوشاک اور وہ شباب
زمرد میں جوں جلوۂ آفتاب

سما دیکھ اس شعلہ سبز کا
ہوئی اور جلنے کی اس کو ہوا

خواصیں جو تھیں دم بخود جانکر
کہا ایک مہرو نے آن کر

کہ اب کسطرف ان کو لیجا بٹھائیے
جہاں حکم ہو جا کے بٹھلائیے

کہا وہ جو آراستہ ہے مکان
ادھر سے تو دونوں ہوئے وہاں

کھپیلے سو جب اٹھا کر نقاب
چھپا اسکو وہاں لا بٹھایا شتاب

وہ بیٹھا جو خلوت میں آ بے نظیر
اور ادھر سے آئی جو بدر منیر

اسے دیکھ اسنے تو پھر غش کیا
لباس اور زیور پہ غش غش کیا

زمیں جو ملے نے جو تنگی سی کی
حیا عشق نے خانہ جنگی سی کی

پکڑ ہاتھ مسند پہ کھینچا اسے
محبت کے رشتے سے اینچا اسے

لگی کہنے ہے ہے مرا چھوڑ ہاتھ
یہ گرمی ہے جس سے رہا اسکے ساتھ

کہا ہائے پیاری چلایا مجھے
رکھا لی نے تیری ستایا مجھے

ارے ظالم اک دم تو تو بیٹھ جا
ذرا میرے پہلو سے تکیہ لگا

تڑپتا ہے کب سے پڑا میرا دل
ذرا کھول آغوش آ مجھ سے مل

غرض آخرش بعد راز و نیاز
وہ مسند پہ بیٹھی بصد امتیاز

ہوا پھر تو صہبائے گلگوں کا دور
ہوئی اور ہی اور کچھ وہاں کے طور

ہوئی جب وہ بدمست دو ماہرو
لگی انمیں ہونے عجب گفتگو

کہ دستی جو نرگس کے تھے وہاں ہزار
لگے ڈھانپنے آنکھ بے اختیار

خواصیں جو تھیں روبرو ہٹ گئیں
بہانے سے ہر کام کے بٹ گئیں

غرض رفتہ رفتہ وہ مدہوش ہو
چھپر کھٹ میں لیٹی ہم آغوش ہو

لیا کھینچ ادھر ان نے جو پردہ شتاب
چھپے ایک جا دو مہ آفتاب

لگی ہونے بے پردہ جو چھیڑ چھاڑ
در حسن کے کھل گئے دو کواڑ

لگے پینے باہم شراب وصال
ہوئے شکل [illegible] سے وہ نہال

لبوں سے ملا لب دہن سے دہن
دلوں سے ملے دل بدن سے بدن

لگی آنکھ سے آنکھ خوشحال ہو
[illegible] دل کی [illegible] ہو

نئی چال کچھ چھاتی جو چھاتی کے ساتھ
چلے ناز و غمزہ کے آپس میں ہاتھ

کسی کی گئی چوہلی اٹھنے سے چل
کسی کی گئی چاہ میں ساری نکل

غم و درد دامن کشیدہ ہوئی
وہ گل نارسیدہ رسیدہ ہوئے

اٹھے پیکے باہم شراب امید
کوئی سرخرو اور کوئی رو سفید

چھپر کھٹ سے باہر رکھا اپنے قدم
نکل آئی بھرتے محبت کا دم

نشے سے وہ لذت کے بیہوش ہو
کوئی بیٹھ مسند پہ خاموش ہو

عرق میں ادھر غرق وہ مہ جبین
کیے آنکھیں نیچے ادھر نازنین

یہ بیٹھے تھے خوش ہوکے آ کر ادھر
کہا تم یہیں اودھر سے یا جا ادھر

پھر کے وہ بیٹھے اوٹھا بے نظیر
ہوئی غم کی تصویر بدر منیر

نہ بولی نہ کی بات کچھ کہا
نہ دیکھا ادھر آنکھ اپنی اوٹھا

کہا مجھ سے پیاری تو بیزار ہو
پھر آؤنگا بولی کہ مختار ہو

خفا اس کے ہونے سے وہ جوان
گیا تو وہ لے منہ پہ آنسو رواں

ہوئے دل جو دونوں کے آپس میں
لگی ہجر کے دل پہ آنے گزند

بندھا پھر تو معمول اسکا مدام
کہ ہر روز آنا ادھر وقت شام

پھر رات تک ہنسنا اور بولنا
در حسن اور عشق کو کھولنا

کبھی ہجر سے آنکھ ہونا ملول
کبھی وصل میں ہنسنا پھول پھول

خبر پانا ماہرخ کا زبانی دیو کے عشق بے نظیر اور بدر منیر سے اور قید کرنا بے نظیر کا

پلا جلد ساقی مجھے بھر کے جام
کہ ہر چرخ بھی در پے انتقام

یہ دو دل کو یکجا بٹھاتا نہیں
کسی کا اسے وصل بھاتا نہیں

یہ دشمن وصل و دلسوز ہجر
کرے ہے شب وصل روز ہجر

جدائی انہوں کی خوش آئی
پھر اتنی بھی صحبت نہ بھائی اسے

کسی دیو نے دی پری کو خبر
کہ معشوق عاشق ہوا اور پر

یہ سنکر وہ شعلہ بھبوکا ہوئی
لگی کہنے ایں یہ بلا کیا ہوئی

قسم مجکو حضرت سلیمان کی
ہوئی دشمن اسکی میں جان کی

کہا دیو سے دے مجھے تو بتا
کہا وہ کسی باغ میں تھا کھڑا

کوئی نازنین تھی اس کے ساتھ
کھڑی تھی دئے ہاتھ میں ہاتھ

قضارا اڑا میں جو ہوکر ادھر
وہ دونوں وہاں پڑے مجکو نظر

یہ اڑتی سی اسکی خبر سن پری
کہا دیکھیے پاؤں اس کو ذری

تو کہا جاؤں کچا اسے موت ہو
لگی ہے مری اب تو وہ موت ہو

وہ آوے تو آگے مرے نابکار
گریبان کو اسکے کروں تار تار

یہی قول اقرار تھا میرے ساتھ
بھلا اسکا دامن ہے اور میرا ہاتھ

ہمارے بزرگوں نے ہے سچ کہا
کہ ہیں آدمی زاد کل بیوفا

غضب ناک بیٹھی تھی یہ تو ادھر
کہ اتنے میں آیا وہ رشک قمر

اسے دیکھ غصہ میں وہ ڈر گیا
کہے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا

بلا سی وہ دیکھ اسکے پیچھے
کہا سن تو ای موذی ڈنڈھی

تجھے سیر کو میں نے گھوڑا دیا
کہ اس مالزادی کو جوڑا دیا

الگ ہم سے یوں رہنا اور یہ
یہ اوپر ہی اوپر مزے لوٹنا

مچلکا دیا تھا نہ تو نے یہی
بھلا اسکا بدلا نہ بول تو سہی

پھرا جیسے راتوں کو دلشاد تو
کریگا دنوں کو بہت یاد تو

مزا چاہ کا دیکھ اپنے ذرا
جھکاتی ہوں کنوئیں دیکھ اب را

تجھے جی سے ماروں تو کیا ای
ولے چاہتی ہوں یہ تیرے

کہ چاہ الم میں پھنساؤں تجھے
پھنسا ہے تو جیسا رلاؤں تجھے

یہ کہہ اور بلا اک پری زاد کو
کہا سنیو نہ اس کی فریاد کو

اسے کھینچتا یہاں سے شتاب
وہ صحرا جو ہے در د محنت کا باپ

کنواں اس میں جو ہے مصیبت
کئی سن کا پتھر ہے اس پر دھرا

اسے جاکے اس چاہ میں بند کر
وہی سنگ پھر اس کے منہ پر دھر

سحر شام کھانا کھلانا اسے
اور اک جام پانی پلانا اسے

نہ دیجو سوا اسکے جو کچھ کہے
یہی اسکا معمول دائم رہے

یہ سن دیو اس گل کے نزدیک آ
پکڑ ہاتھ اسکا فلک پر اڑا

کری اسپہ جو آسمان نے بلا
دل اس نازنین کا ہوا ہو چلا

ہوا یوں جو اس بخت از دن کا
چلی آہ نالے کی ساتھ اسکے فوج

کہا دل بیرنتہ جو آج ہے
یہی عشق کی جان معراج ہے

وہ یوسف کنوئین مین ہوا جبکہ
ہوا اس سے پستی کا رتبہ بلند

منور وہ گہرا اسکا سارا ہوا
کنوئین کی وہ تیلی کا تارا ہوا

ولے پاؤن جب اسکا نہ پہر گیا
کنواں اسکے اندوہ سے بہر

ہوا وہان سے اوپر گئی کانپ
کنوئین نے سنگ سی منہ کو لیا

اندہیرے اجالے نہ نکلا تہا وہ
ہوا قید اس اندہیری وہ

اندہیرے نے کیا دم خفا
کہ جون لے سیاہی کسی کو دبا

پکارا وہ جس کو فریاد کر
نہ پہنچا کوئی کاروان ادہر

وہ چاہ تاریک اسکا رفیق
وہی سنگ سر بجائے شفیق

کنواں ہی مدام اسکا ہمدم رہے
جو اس سے سنے وہی اس سے کہے

سیاہی مین جیسے وہ کافر کا دل
صعوبت مین اس جہنم خجل

غم و درد الفت کو کھا کھا کے
کمو پانی اپنا کنوئین سے پئے

نہ تہا وہ کنواں تہا وہ ستون الم
نشان شب آفت و درد و غم

نہین مخلصی سوجہتی ہے اسے
نکالے خدا دیکھئے کب اسے

بہم دو دلون مین جو ہوتی ہے
تو ہوتی ہے دل کے تئین راہ

کبھی دن نہ آیا جو وہ رشک ماہ
نظر مین ہوا اسکے عالم سیاہ

کہا اس نے بی تمکو سودا ہے کچھ
وہ معشوق ہے اسکو پروا ہے

وہ رہ رہ کے تمکو دلاتا ہے چاہ
محبت آپکو تم کرو مت پناہ

تقول بہلا کچھ نکالا کرو
ذرا آپ کو تم سنبہالا کرو

گئے اسپہ دن جب کئی اور بہی
بگڑنے لگے پہر تو کچھ تو یہی

ٹھہرنے لگا جان مین اضطراب
لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب

خفا زندگانی سے ہونے لگی
بہانے سے جا جا کے رونے لگی

نہ اگلا سا ہنسنا نہ وہ بولنا
نہ کہانا نہ پینا نہ لب کہولنا

کہا گر کسی نے کہ بی بی چلو
تو اوٹھنا اسے کہکے ہانجی چلو

کسی نے جو کچھ بات کی بات
یہ دنگی جو پوچھی کبھی رات کی

کسی نے کہا سیر کیجے ذرا
کہا سیر سے دل ہے میرا بھرا

کیا بند پہر جا کے اس چاہ مین
کنواں وہ جو تہا قاف کی راہ مین

کہیلے اس کنوئین سے بلا یک نصیب
گرا آ وہ اسمین سہو و لفریب

وہ اندہا پڑا تہا سو روشن ہوا
جوان اسمین وہ سانپ کا سن ہوا

زمین مین سمایا تحیر سے آب
گئے سوکھ آنسو کنوون کے شتاب

دل اوس نازنین کا دھڑکنے لگا
جگر ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگا

نکلنے کی سوجھی نہ وہان اسکو راہ
ہوا اسکی آنکھونمین عالم سیاہ

فغان کی بہت او پکارا بہت
سر اپنے کو ہر طرف مارا بہت

نہ مونس نہ غمخوار اسکا کوئی
نہ تہا غیر خدا یار اسکا کوئی

ہوا ہی نہ وہان جس سے دمسا
کنوئین کی سنے کون آواز کو

کنواں اسکو پوچہے وہ پوچہا اوسے
اندہیری ہوا کچہ نہ سوجہا اوسے

نہ شب کی سیاہی نہ وہ دن کا نور
سدا ظلمت غم کا اسپہ ظہور

اس اندہیر کو کیا لکہون اب آہ
قلم کے نکلتے ہین آنسو سیاہ

کرون مختصر یان سے اس غم کی
لگا رہنے اسمین وہ آب حیات

پہنسا اسطرح سے جو وہ بے نظیر
پڑی بیقراری مین بدر منیر

قلق وہان کنڈرا تو وہان رنج ہو
رکا جی وہان یہان خفا دل ہو

لگی کہنے نجم النسا سے ہوا
خدا جانے اس شخص پر کیا ہوا

خدا جانے کس شغل مین لگ گیا
مری چیز ہوا اتنا ہی ہونا خدا

سر رکے وہ کوئی اس سے رک جائیے
جبکہ آپسہ وہ تو آپ جہاں جائیگی

یہ سن چپ رہی دل مین کہا تاب
دیا کچھ نہ اس بات کا پہر جواب

دوانی سی ہر طرف پہرنے لگی
درختون مین جا جا کے گرنے لگی

تپ ہجر گہر دل مین کرنے لگی
ڈر اشک سے چشم بہرنے لگی

تپ غم کی شدت سے وہ کانپ
اکیلی لگی رونے منہ ڈہانپ

جہان بیٹہنا پہر اوٹھنا اوسے
محبت مین دن رات گھٹنا اسے

جو پوچھا کسی نے کہ کیا حال ہے
تو کہنا یہی ہے جو احوال ہے

کہا گر کسی نے کہ کچھ کھائیے
کہا خیر ہے بہتر منگوائیے

جو پانی پلاتا تو یہ نہ پیتا اسے
غرض غیر کے ہاتھ جینا اسے

نہ کہانے کی سدھ اور نہ پینے کا ہوش
بھرا دل مین اسکے محبت کا جوش

چمن پر نہ مایل نہ گل پر نظر
وہی سامنے صورت آنکھون پہ ہر

نہفتہ اسی سے سوال و جواب
سدا روبرو اسکے غم کی کتاب

جو آجاوے کچھ ذکر کچھ شعر و سخن
تو پڑھتا یہ دو تین شعر حسن

غزل

یہ کیا عشق آفت اوٹھانے لگا
مرے دل کو مجھسے چھڑانے لگا

ملا میرے دلبر کو مجھسے جدا
نہین تو مرا دل ٹھکانے لگا

گنہ چشم خونباز کا کچھ نہین
مرا دل ہی مجھکو ڈبانے لگا

فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا
کہ جسکے عوض یون رلانے لگا

نہین مجھکو دشمن سے شکوہ حسن
مرا دوست مجھکو ستانے لگا

غزل یا رباعی و یا کوئی فرد
اسی ڈھب سے پڑھتا کہ جو ہین درد

سو یہ بھی جو مذکور نکلے کہین
نہین تو کچھ اسکی بھی پروا نہین

سبب کیا کہ دل سے تعلق ہے سب
نہو دل تو پھر بات بھی ہے غضب

گیا ہو جب اپنا ہی جیوڑا نکل
کہان کی رباعی کہان کی غزل

گلابی۔ داستان بدر منیر کے غم و اندوہ اور عیش بائی کے بلانے مین

گلابی مین غنچہ کی مجھکو شتاب
پلا ساقیا کیتکی کی شراب

پیالے ہین نرگس کی مین بیچ ہان
کہ دیکھون نہین کیفیت بوستان

حکایت کرون اک دن کی رقم
کہ دنیا مین تو ہم ہین شادی و غم

اٹھی سوتی اکدن وہ تنہا کہین
کہا جاکے دیکھون چمن تو ذری

مگر غنچہ سان کچھ کھلے میرا دل
کہ غم نے کیا ہے نپٹ منفعل

زبس گل سے آتی ہے بو بار کی
ہوا جو لگی اسکو گلزار کی

پھر اکدن تھا کہ منہ ہاتھ دہو
چلی اوٹھ کے دالان سے پھر کہو

نہ پھر دکا مونڈہا چمن پہ بچھا
وہ بیٹھی عجب آن سے دلربا

کہ زانو پہ اک پانو کو دہر لیا
اور اک پاؤن مونڈہے سے لٹکا دیا

نہ پوچھو اسکے پای نگارین کا حال
زبان اس ثنا و صفت مین ہے لال

لگائے ور فندق سے اسکے کو داغ
نہوا ایسی کیفیت پا ہین دماغ

طلائی کڑے اور کفش کا وہ ٹھاٹ
سنہری شفق جسکو دیکھ ہو دیکھ رنگ سا

جواہر کے چھلے پڑے پور پور
زری کی ٹکی جیسے مخمل پہ قدر

زبس سوتی اوٹھی تھی وہ نازنین
پچہی تھی عجب ڈھب سے چین جبین

خماری وہ آنکھیان وہ انگڑائیان
وہ جوبن کے عالم کی سرسائیان

جوانی کا موسم شروع بہار
وہ سینہ سے اسکے کچہ کا ابھار

نشے مین وہ آنچل کے بیٹھنا
وہ چھپکے تنہائی اپنا ہو دیکھا اینٹھنا

وہ شیشے کا حصہ مرصع کا کام
فرق زری کا وہ نیچہ تمام

ہوئے ایک اسپر ٹہرا تھا جو بیچ
یہ سب اسکے آگے تھا گویا کہ ہیچ

لٹا ناز کا اور پردہ معتال دہر
نکالے تہی دریردہ درد جگر

ادہر اور دہر ہر طرف تھی نگاہ
کسی کی جیسے کوئی تکتا ہو راہ

خواصین کہڑی اوسکے سب گرد
جو تہین اپنے عہدہ پہ ہر چاہ

خواصین ایک حقہ لئے تھی کھڑی
کہ لانے کی تھی آس مین پڑی

کوئی مورچہل لے کوئی پیکدان
کوئی لے چنگیر اور کوئی پاندان

رسیلی چھبیلی ہی تنگ و چست
لباس اور زیور سے ہر اک درست

کھڑی نیچی کئے آنکھ با ادب
اسی شہر مین سے پر قیامت غضب

وہ آنکھین کہ کرتی تہین جدہر کو
ادہر غش مین آتے تھے سب وکاہ

کبھی ہمدم اسکی جو تہین ناہزار
بچھا سنہ ہو کے کرسیان سطر

برابر بچہا ادہر اور ادہر
وہ گرد اسکے بیٹھی تہین بانچ کر

سمان اس گھڑی کا کہون کیا
ستارہ زمین تہا جو گردا کیا

عجب حسن تھا باغ مین جا وہ گر
کدہر گل کی تھی اسکے منہ پہ نظر

چمن اس گھڑی ہر جہ جوش
گل و غنچہ جو تہا سو بیہوش

زبس عطر مین تھی ڈوبی ہوئی
وہ بالا سر اک گل کی خوبی ہوئی

معطر ہوا اور گل کا دماغ
کہ مہکا تمام اسکی خوشبو سے باغ

پڑا عکس اسکا جو طرف چمن
ہوا لالہ گل اور گل نسترن

درخشندہ اسکی تہی جو
زمرد کو دی اور آئینے چمک

ہوئی اسکے بیٹھے سے گلشن کی زیب
گل و غنچہ و لالہ آپسمین مل
ہوئی وہانکے آئینہ دیوار و در
اری ہی کوئی ذرا ہان جائیو
خفا ہون مراجی بہی مشغول ہو
یہ سنتے ہی دوڑی گئی اک نگار
عجب چال سی وہ چلی نازنین
لٹین منہ پہ چہوٹی ہوئی سربسر
فقط کان مین ایک بالا پڑا
بندہا سر پہ جوڑا پڑی زرد شال
وہ اٹھی ہوئی چین پشواز کی
چلی وہانسے دامن اٹھاتی ہوئی
کئی کا فرا وربہی دل نواز
روش پر جو فرش اُنکے حضور
دیا آسمان پر جو طبلونکو کہینچ
عجب تال پڑتی تہی انداز سے
گل و غنچہ کیطرح محبوب تہی
وہ گانے کا عالم وہ حسنِ بتان
درختون کی کچھ چہانو اور دہوپ
وہ لالہ کا عالم ہزارے کا رنگ
وہ چادر کا چہٹنا وہ پانی کا زور
وہ اڑتی ہوئی نوبت کی دہی صدا
وہ دل چھینا ناچ پر دہرکے ہاتھ
غرض جو کہڑی تہی کہڑی رہ گئی
لگی دیکہنے آنکہہ نرگس اٹھا
درختون سے گرنے لگے جانور

گیا اڑ صبا کا بہی صبر و شکیب
لگے کہنے اس باغ کا ہی یہ دل
وہ مہ سبکے دل مین ہوئی جلوہ گر
مری عیش بائی کو لے آئیو
کوئی دم تو داغ جگر پہول ہو
لیا عیش بائی کو اُسنے پکار
اسیتی مین ہانو کہین کا کہین
کہ بدلی ہو جون مہ کے ادہر ادہر
کہے تو کہ تہا مہ کے ہالا پڑا
کمر کی لچک اور سنگار کی وہ چال
وہ سکی ہوئی چولی انداز کی
کڑے سے کڑے کو بجاتی ہوئی
لیے سازندے ساتھ اسکے اپنی ناز
ادب سے وہان بیٹہیان ملکے دور
ہر اک تہا بہیرو لیا سب کا اینچ
کہ بیکل تہی ہر تان آواز سے
کہلے اور سُندر دل کو مرغوب
وہ گلشن کی خوبی وہ دنکا سمان
وہ دہانونکی سبزی وہ سرسونکا
وہ آنکہون کے ڈوررو لشہ کا ترنگ
ہر اک جانور کا درختون پہ شور
کہین دور سے کوئل بیڑتی تہی آ
اچہلنا وہ دامن کا ٹہوکر کہاتے
ارے جس جگہ سوا تہی رہ گئی
گلون نے دے کان ادہر لگا
بنے مثل آئینہ دیوار و در

چمن جو اُس گل کی دیکہی بہار
لگی جیسے بلبل کو گلشن کی چاہ
کہ اتنی مین کچہ جی مین جو آگیا
عجب وقت ہی اور عجب ہی سمان
کسی طرح سے دل تو لگتا نہین
وہ آنے لگی کافر اس آن سے
وہ خلقت کی گرمی وہ ڈومن بنا
وہ مین پوچہہ ہونٹونکی مسی غضب
وہ پشواز گرمی وہ نرگس کے ہار
وہ شبنم کی انگیا نئی نسگرش چیت
وہ مہدی کا عالم وہ نوڑی چہڑی
عجب ایک عالم تہا بے ساختہ
چلین اک اغماض اور ناز سے
ہوا حکم گویے کا جہد بہ ملا
لگی گانے پٹا وہ اس آن سے
وہ تہی کنگری بالڑی لوبہ کی
غرض کیا کہون اسکا مین ماجرا
گہڑی چار دن باقی اسوقت تہا
پیلے ہوئی پوستون پر تمام
گلابی سا ہو جانا دیوار و در
وہ سرو سہی اور وہ آب روان
وہ رقص تبان اور وہ سنہری الاپ
نہالنا ان ہی کا دل اسمین مبتلا
جو چپے تہے آگے نہ وہ چل سکے
لگے ملنے او جد مین سب درخت
ہوئین قمریان شوق سے نعرہ زن

ہوا دیکہہ اپنے گلون کو فگار
ہوئی سرو کی شکل قمری کو آہ
ادا سے لگی کہنے وہ دل ربا
کہ ہے دو گہڑی آکے مجرا یہان
جلے ہی جگر دل سُلگتا نہین
کہ جانے لگا جی ساماں سے
نشے مین سہو کا سا چہرہ بنا
کہ سُنسے پر تہی گویا قیامت کی شب
وہ کمخواب کی بند رومی درست
کنارونکا بیناںبت کا درست
وہ پانو مین سونے کی دو دو کڑے
کہ عالم تہا اک اپنے جہان ساختہ
کہڑی وان ہوئی ایک انداز سے
لئے ساز اپنے سبہونے اٹہا
نکلنے لگی جان ہر تان سے
مسلسل تہی اک پہلجہڑی اور کی
عجب طرح کی بند لگی تہی ہوا
سہانا ہر اک طرف سایہ ڈہلا
روپہلی سنہری وہ رفق صبح و شام
درختون سے آنا شفق کا نظر
وہ مستی سے پانی کا بہنا وہان
وہ گورکی تانین وہ طبلونکی تہاپ
ہوئی محو سنکر چرند اور پرند
جو بیٹہے سو بیٹہے نہ پہر ہل سکے
کہڑی رہ گئے سرد ہو کر درخت
پہر ہوا ننگ سی بلبلون کے چمن

ہوئے نہر کے سنگ پانی پگھل
پھٹے سارے فوارے اسکے اچھل
بندھا اسطرح جو اسجا سماں
ہوا سب کے دل کا عجب حال وہاں
لگا تھا اسطرح کا جو اسجا سماں
لگی کھینچنے آہ بدر منیر
کہیں کا کہیں لے اڑا اس کو راگ
ہوا اسکے ہوئی اور دونی وہ آگ
وہی جانے ہو جسکے کچھ دل کو لاگ
کہ معشوق بن سب ہے گلزار آگ
جگر میں اگر آہ کی سول ہو
لگے خار گو کیسا ہی پھول ہو
کرے گلشن و گل پہ کیا نظر
جسے اپنے گل کی نہو وے خبر
خوشی کا جو عالم تھا وہ ماتم ہوا
ورق کا ورق ہی وہ برہم ہوا
مری عقل اسجا پہ حیران ہے
کہ یارب یہ کیسا گلستان ہے
کبھی ہے خزاں اور کبھی ہے بہار

عجب آگ کو بھی دیا ہے اثر
کہ ہو جاوے پتھر کا پانی جگر
ولیکن جو کچھ دل کیوں پھر کہا
کہیں آکے ہر اک وہاں مر گیا
بندھا اسکو عشق کا ایسا خیال
لگی رونے آنکھوں پہ دھر کر رومال
لگی کہنے ہے ہجر دیکھوں میں سیر
نہو پاس میرے وہ یادش بخیر
بھلا کیونکہ دل اسکا خوشحال ہو
کہ ہجران کا غم جسکے دنبال ہو
درختوں کے عالم سے کیا ہو نہال
جسے یاد شمشاد کی ہو کمال
یہ کہکر اوٹھی وہاں سے وہ دلربا
چھپر کھٹ پہ کر دی خفا کے منہ چھپا
سب اٹھتو ہی سب اسکے ہی جا لگے
طوائف کہیں اور خواصیں کہیں
ہر اک وقت ہے اسکا عالم جدا
جو چاہو یہ پھر ہو تو امکان کیا
نہیں اک تبرک پہ بلبل وبہار

داستان بے نظیر کے ہجر سے بدر منیر کی بے قراری و بیتابی کے بیان میں

پلا ساقی اک مجھکو شراب
کہ پردے میں شب کے گیا آفتاب
لگی جب چھپر کھٹ میں وہ رشک
سبھوں کو کہا تم رہو دور دور
گرے چشم سے اسکے اتنے گہر
کہ دھویا ہے آب سے منہ سحر
ہوا آفتاب عالم جو طلوع
اداسی کا ہونے لگا دن شروع
بدن کو جو دیکھا تو زار و نزار
کسی کو کوئی جیسے دیوے فشار
زباں پر تو باتیں و لے دل اداس
پراگندہ حیرت سے ہوش و حواس
اگر سر کھلا ہے تو کچھ غم نہیں
جو کرتی میلی تو محرم نہیں
جو سینہ کھلا ہے تو دل چاک ہے
غم آلودہ صبح طرب ناک ہے
ولیکن یہ خوب تکا دیکھا سبھاؤ
کہ بگڑے سے سی دونا ہو انکا بناؤ
غرض پینے اداسی سے باں کی ادا
بھلوں کو سب ہی کچھ لگے ہے بھلا
وہ آنکھیں جو روتی ہیں بس پھوٹ
تو گویا کہ موتی بھرے کوٹ کوٹ
گریباں سینہ پہ ہے جو کھلا
تو گویا وہ ہے صبح عشرت فزا
ادا سے نہیں ہے یہی عالم جدا
پلا ساقیا ساغر بے نظیر
[illegible]
ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم

شب ہجر کی پھر علامت ہوئی
غرض عاشقوں پر قیامت ہوئی
اکیلی وہ رونے لگی زار زار
اسی اپنے عالم میں لیے انتظار
صبوحی تو دی ساقی لالہ فام
کہ رو رو کے میں رات کاٹی تمام
ذرا آئینہ لیکے دیکھا جو رنگ
تو جوں آئینہ رہ گئی وہ بھی دنگ
فلک کی طرف دیکھ اور شکر
لگے دل کو بہلانے ادھر اور ادھر
نہ منہ کی خبر اور نہ تن کی خبر
نہ سر کی خبر ہے نہ بدن کی خبر
جو مسی ہو دو دن کی تو ہے وہی
جو کنگھی نہیں ہے تو لٹ ہی سہی
نہ منظور سرمہ نہ کاجل سے کام
نظر میں وہی تیرہ بختی کی شام
نہیں حسن کی اسطرح بھی کمی
جو بکھری ہے ہاتھ بچھی تو گویا نہی
جو ملتے ہے یہ چین چین غم سے اگر
تو وہ بھی ہے اک موج دریا سے
تپ غم سے یوں تمتما ہی گال
کہ جوں رنگ لال ہو وقت ملال
نقاہت سے چہرہ اگر زرد ہے
وہ آیا ہو لٹوں پہ کچھ سرد ہے
کہ ہے چاندنی اور ٹھنڈی ہوا
چھپا ہے وہ ماہ ہجراں میں بدر منیر

بیقراری بدر منیر کی بے نظیر کے فراق میں اور نجم النساء کے تسلی دینے میں

جہاں بلبلا آہ کرتا ہے
ہوا تا نہ اک بیچ بیٹھنا اوسے

کبھی خون آنکھوں سے رو ڈالنا ۔ کسی کو کبھی دیکھ ڈالنا
ولے اون درختوں مین جیسے وہ ۔ سر شام چھپ چھپ کے کرنا نگاہ
کیا اسطرح جب مہینا گزر ۔ کہ وہ ماہ مطلق نہ آیا نظر
لگی رہنے جان تب بیتاب مین ۔ لگا فرق آنے خور و خواب مین
سرکنے لگا پاس ناموس و ننگ ۔ لگی عقل اور عشق ہونے جنگ
یہ احوال دیکھ اسکا دخت وزیر ۔ لگی جل کے کہنے کہ بدر منیر
مسافر سے کوئی بھی کرتا ہے پیت ۔ مثل ہے کہ جوگی ہوئے کس کے میت
کہ آسمان کہ زمین کے ہین یہ ۔ جہان بیٹھے جا بس وہین کے ہین
سنو جانی اپنے پیے جو کوئی مرے ۔ تو دل چاہے اپنا بھی صدقہ کرے
وہ خوشی ہوگا اپنی پری کو لئے ۔ عبث اسپہ بیٹھی ہو تم جی دیے
لگی کہنے تب اس کو بدر منیر ۔ کہ شفقتی ہے ای میری دخت وزیر
وہ اپنے دلوں سے تو ہے نیکذات ۔ ہوئی اسپہ جانے کیا واردات
مجھے رات دن اسکا رہتا ہے ڈر ۔ پری نے سنی ہو نہ انکی خبر
پری نے کہین طیش کھا لاف مین ۔ دیا ہو نہ پھینک اسکو کوہ قاف
نہ ملنے کے دکھ اسکے سب ہین ۔ بھلا اپنے جی سے وہ جیتا رہے

خواصون کو بالا بتانا او سے ۔ اکیلے درختون مین جانا او سے
سو یہ بھی پہر دن سے او ہان مدام ۔ اسی چھانو مین بیٹھ کرتی تھی شام
اور اسکا ادہر رنگ گھٹنے لگا ۔ جنون تخم وحشت کا بونے لگا
محبت کا سودا سا ہونے لگا ۔ جگر خون ہو مژگان پہ بٹنے لگا
خموشی او ٹہلانے لگی دل مین شور ۔ جتلانے لگی ناتوانی بھی زور
تو وہ ہے کہ سکتے تئین دی وقوف ۔ کہ ہے دل گیا ابتلائی ہو وقوف
ارے چار دن کے یہ ہین آشنا ۔ ملا دل کو آخر کرین ہین جدا
تو بھولی ہے کس بات پر اے ہوا ۔ خبر لے دوانی تجھے کیا ہوا
اگر آپ پر کو بلی شیدا نہو ۔ تو پھر چاہیے اوسکی پروا نہو
تمہاری او سے اگر ہوتی چاہ ۔ تو اب تک وہ تمکو نہ آتا نظر
کسی کی بدی تو نکر عیب سے ہے ۔ کہ اسکا خدا عالم الغیب ہے
ہوا قید یا آنے پایا نہ وہ ۔ گئے اتنے دن اب تک آیا نہ وہ
نہ باندھا ہوا اسکو کسی سد مین ۔ کیا ہو نہ ایسکے تئین قید مین
پرستان سے بھی نکالا نہ ہو ۔ کسی دیو کے منہ مین ڈالا نہ ہو
یہ کہہ حال دل اپنا رونے لگی ۔ گہر آنسوؤن سے پرونے لگی

کئی منڈکری مار آخر کو لیٹ ۔ چھپر کھٹ کے کونے مین منہ لپیٹ

خواب مین دیکھنا بدر منیر کا بے نظیر کو کنوئین مین اور جوگن بن کر نکلنا نجم النسا کا اس کی تلاش مین

پلا ساقیا جام جم سے وہ مل ۔ کہ غائب کا احوال ظاہر ہو کل
ذرا آنکھ لگ گئی جو اس حال مین ۔ تو دیکھا پھنسا اسکو جنجال مین
جو دیکھے تو صحرا ہے اک لق و دق ۔ کہ جسے دیکھ ہو جائے فق
مگر بیچ مین اسکے ہے اک کنوان ۔ کہ اوٹھتا ہے دیکھو وہان سے دھوان
صدا وہان سے ہے کہ بدر منیر ۔ تری چاہ غم مین ہوا ہون اسیر
پر اس قید مین بھی ترا دھیان ہے ۔ فقط تیرے ملنے کا ارمان ہے
نہین مجکو مرنے کا کچھ اپنے ڈر ۔ یہ غم ہے کہ تجکو نہووے خبر
ولیکن یہ ہے خام میرا خیال ۔ نہین وصل ممکن بغیر از وصال
یہ سن واردات شہ بے نظیر ۔ جو چاہے کرے بات بدر منیر

کسی سے تو آکام فرخندہ حال ۔ کہ آخر یہ دنیا ہے خواب خیال
قضا نے دکھایا عجب اسکو خواب ۔ کہ دشمن نہ دیکھے یہ حال خراب
نہ انسان ہے وہان نہ حیوان ہے ۔ فقط ایک کف دست میدان ہے
کنوان کا ہی منہ بند اور سر اوسکی ۔ کئی لاکھ من کی ہے اک سل رکھی
مین ہولا نہین تجکو ای مہربان ۔ کہ دن کیا کہ ہے یہ قید گران
تو اپنی جو صورت دکھا دی مجھے ۔ تو اس قید غم سے چھڑا دے مجھے
تجھے کاس اسوقت مین دیکھ ۔ جیون مین اگر تیرے آگے مرون
کوئی دم کا مہمان ہون آج کل ۔ اسی چاہ مین جائیگا دم نکل
یہ سہہ گز نہ ٹہر نہ آئی اسے ۔ قضا نے نہ اسکی سنائی اسے

یکایک گئی آنکھ اتنے مین کھل | بہرے اشک رخسار پر آنسو ڈہل
نہ وہ چاہ دیکھا نہ ہمراز وہ | پڑی گوش مین پہر نہ آواز وہ

صدا اپنے یوسف کی سُن خواب سے | اُٹھی باؤلی جان بیتاب سے
کہا گو کسی سے نہ اسنے بہید | وے جون مہ صبح چہرہ سفید

ڈہلے منہ پہ آنسو ہوا اسکہ رنج | چھٹے چاندنی مین ستارونکی گنج
وہ مہتاب سا چہرہ ہو زرد | سراپا ہوا مشکل اندوہ درد

زبان آہ و فغان سے گھٹنے لگی | تو منہ پر ہوائی سی اڑنے لگی
مژہ وہ نکیلی جو تہی تیر سی | ہوئی خشک خونی کی وہ گلریز

بجہنا سا قد تہا جو رشک انار | نکلنے لگے اس سے شعلہ ہزار
جلین اسکی آنکہو لنے کل | ہوئی سب وہ مٹی کی جون ن

چھپایا بہت اسنے پر ہمنشین | چھپائے سے آتش چھپی ہی کہین
کسی کو کسی سے جو ہوتی ہے | بغیر از کہی اور لگتی ہے آگ

خواصین کئی وہ جو ہمراز تہین | بڑی خدمتون مین سرافراز تہین
کہا اُن سے رو رو کے احوال | رلایا نہین پڑہ کے غم کی کتاب

سنا جیکہ نجم النسا نے یہ حال | ہوئی بیقراری تب اُس کو کمال
لگی کہنے وہ یون نہ آنسو بہا | تری واسطے بینے اب کہہ سہا

بس اب سر بصحرا نکلتی ہو مین | اسے ڈہونڈہ لانیکو چلتی ہو مین
جو باقی رہا کچہ مرے دم مین دم | تو پہر آکے یہ دیکہتی ہون قدم

دگر مر گئی تو بلا سے موئی | تو یون جانیو مجہ پہ صدقے ہوئی
کہا شاہزادی نے سن اے | ہوئی مین تو اس چاہ غم مین

بہلی چنگی نہ ہو جان تو | کہ وہ ہے پری اور انسان تو
رسائی تری کیونکہ ہو کی دلم | مجہے بہی ندی ہاتہ سے مرجان

مین جلتی ہون اس آسری پر | کہ ہوتا ہے تجہہ سے مرا غم غلط
وگرنہ مین مرگ مردان گی | اسی طرح جی سے گذر جاؤنگی

کہا اسنے کیا کیجے پہر بہلا | پڑی اتنوا پنے ہی سر پہ بلا
مین اس عشق کا یہ ڈہول | تری غم سے آنسے لگا ہول

تجہے دیکہنا یون گوارا نہین | اس اندوہ کا مجکو چارہ نہین
یہ کہہ اُٹھے رو رو اوتارا | کیا اپنی پشواز کو تار تار

گریبان کو مثل گل چاک کر | دیا خاک پر پہینک ادہر ادہر
پہر آسے جو کچہ اسکو ہوش و | سجا تن پہ جوگن کا اُسنے لباس

پہن سیلی اور گیروا اوڑہ کہیس | چلی کر کے صحرا کو جنگل کا بہیس
کئی سبز موتی جلا خاک کر | بہبوت اپنے تن پر ملا سر بسر

پہن ایک لہنگا زری بافت کا | وہ پردہ سا کر اس تن صاف کا
زری دوپٹے سے چہاتی کو | بدن کو چھپایا اور گاتی کو باندہ

زمرد کے مندرے لگا کان مین | کہ جون سبزہ گل ہو گلستان مین
گلے بیچ ڈال اپنی بالون کے | پریشان کر اپنے بالونکے تئین

زری بنا حلقہ سر پر رکہا | کیا سنبلستان کو جگمگا
لٹین ڈال دوش پر دین | وہ باگین شبدیز کی موڑ دین

سے غم سے آنکہونکو کر لال | رکہا چشم مین خون دل کو نکال
زمرد کی سمرن کو ن مین ڈال | اور کاندہے پہ اپنی سنبہال

جو تھے تھے بیکے اونہین کر درست | پہن اپنی موقع سے چالاک و
چلی بنکے جوگن وہ باہر کے | دکہاتی ہوئی چال ہر کے

لٹ زلفون کا عیان سر سے | اڑاتی چلی اپنی آہون سے رال
اس آئینہ رو کا کرون کیا بیان | صفا ناکہہ سے اور چمکی دہان

کرے حسن کو کس طرح کوئی ماند | چھپے ہی کہین خاک ڈالے سے
چھپا اسکو سانگ اُسنے جو جوگی | غرض حسن سے اور جادو کرے

وہ موتی کی سیلی وہ تن کی دمک | شب تیرہ مین کہکشان فلک
زری کا وہ حلقہ سر او پر | کہ جون سب مین کوئی بیٹھی کر

زلفے کو سہالی جو اس کی ادا | تو اس رات پہ دن کو
کرے جو کہ تقویم دل | کہے سنبلہ مین گیا آفتاب

یہ برق ابر سیاہ اگر | تو دامان عشاق ہو جیگے تر
زمرد کے | کہون کیا کہ کان

وہ مندرے وہ تن اسکا استری ۔ ہوی حسن کی اور کھیتی ہری
نظر کر صفائی کو اس گوش کی ۔ زمرد کو اس گوش کی کو لگی
وہ موتی کے مالے وہ تنکے کے ہار ۔ گل و نسترن کی چمن مین بہار
وہ قشقہ کھنچا سرخ ماتھے پہ یون ۔ پڑے نور پر لعل کا عکس جون
یہ ہین اوس کے کاندہے پہ اور ۔ چلے جون کوی مست شیشہ اور
نہ تھی ہین تھی قمقمے رنگ کے ۔ وہان سے نغمے سبو بحر آہنگ سے
ہراک تار تھا ہین کا رود نیل ۔ وہ تھی ہند کے راگ کی سلسبیل
بنی جبکہ جوگن وہ اس رنگ سے ۔ لگے پھوڑنے دوست سر سنگ سے
وہ رو رو کے دو ابر غم اون ملے ۔ کہ جس طرح ساون سے بہادون
کھڑے تھے وہ جوگن کے گرد ۔ و در و رو ہوے شبنم آلودہ
چلی جسطرح بیٹھ اپنی دیکھتا ۔ اسی طرح دکھلا ہمین منہ پھرا
کہا سنکے خیرا ہو جاتی ہو نہین ۔ جو ملتا ہو تو اسکو لاتی ہو نہین
جدا ہو کے القصہ رو اون کو چھوڑ ۔ چلی اپنی گھربار سے منہ کو موڑ
لئے بین پہرتی تھی صحرا نورد ۔ تن چاک چاک اور رخ گرد گرد
جہان بیٹھ کر وہ بجاتی تھی بین ۔ تو سننے کو آتے تھے آہوے چین
اسے سنکے آتا تھا صحرا کو جوش ۔ صدا سے درختون کو آتا جوش
کہین دلنہ کہین رخنت رخت ۔ کھڑے ہوکے گرد اسکے سنتے درخت
نظر جو کہ پڑتی تھی بولتی جڑی ۔ ہر اک عالم شوق مین تھی کھڑی
یہانتک کہ رہ ہین جو تھی نقش پا ۔ وہ بیٹھے تھے کان اپنا دہر لگا
سن آواز کی اسکے شان و شکوہ ۔ نکلنے لگی دب کے آواز کو
نہ چشمہ سہی کچھ آب دیدہ بہے ۔ گریبان کر چاک دریا بہے
تحیر کو تھا وہان ہر ایک کو مقام ۔ زبان کا نکلنا تھا ہاتھون سے
یہ ہر جا پہ تھا اس کے دم سے ۔ بند ہاتھا سیدم قدم سے طلسم

اوڑھی سبزہ و گل کے دیکھ اس کو ۔ وہ دو درونون ہوی ایسکے حلقہ بگوش
بڑی کیون نہ ہر دم زمرد کی شان ۔ جب ایسے کسی کے لگے جان سے
گلابی سی وہ نرگس شوخ رنگ ۔ ہرے جیسے لالہ کی لالی کے رنگ
ادا اوس کی دیکھے جو عاشق کہو ۔ تو رویا کرے چشم سے وہ لہو
دیار محبت ہین ہونگی تھی وہ ۔ نہ تھی ہین عشرت کی ہینگی تھی وہ
سو وہ بین کاندہے پہ رکھے اون چلی ۔ کرلا وسے کوی جیسے گنگا جلی
نہ عاشق ہوے اسکے عالم پہ لوگ ۔ دوانہ ہوا جوگ دیکھ اسکا جوگ
وہ رخصت جو اس طرح ہونے لگی ۔ تو وہ صاحب خانہ رونے لگی
یہانتک بند پاؤنکے رونیکا تار ۔ بلے پہوٹ دیوار و در ایک بار
نہ دیکھا کسی نے جو کچھ اختیار ۔ کہا خیر کو سونپا تجھے لے سدہار
کسی نے کہا ہو لیو مت مجھے ۔ خدا کے تئین ہینے سونپا تجھے
تمہین بہی خدا کو ہین سونپا سنا ۔ مراتجسس ہو تم کہا اور سنا
نہ سدہ بدہ لی اور نہ منزل کی لی ۔ نکل شہر سے راہ جنگل کی لی
کہ شاید کوی شخص ایسا ملے ۔ کہ جس سے وہ شیدا ملے
بجاتی وہ جوگن جہان جو گیا ۔ تو وہان بیٹھتی خلق دہوم لگا
گل نغمہ جو اس سے کرنے ہزار ۔ تو لیتا انہین وحشت دامن پسار
بجاتی تھی جون جون وہ بن بنکے بین ۔ خس و خار سنتے تھے بن بن کے بین
تماشا نہ دیکھا تھا جو یہ کبھی ۔ دو دو وحش ہو پڑی تھی تھی
گل نغمہ تر کی تھی یہ بہار ۔ کہ صحرا کے گل اسکے آگے تھے خار
نہ پانی سی حسن شور اسکا چلے ۔ گنوئیں کے بہی دل ہین اوٹھے
فقط بلبل و گل کا یہانتک ہجوم ۔ کہ گرتی تھیں وہان ڈالیان جھوم جھوم
چمن کرتی پہرتی تھی جنگل کے تئین ۔ لبہاتی تھی جھکیں ہین سنگل کے تئین
شب و روز سرگشتہ مثل صبا ۔ اسی طرح پہرتی تھی وہ جابجا

فیروز شاہ جنون کے بادشاہ کے عاشق ہونا جوگن پر

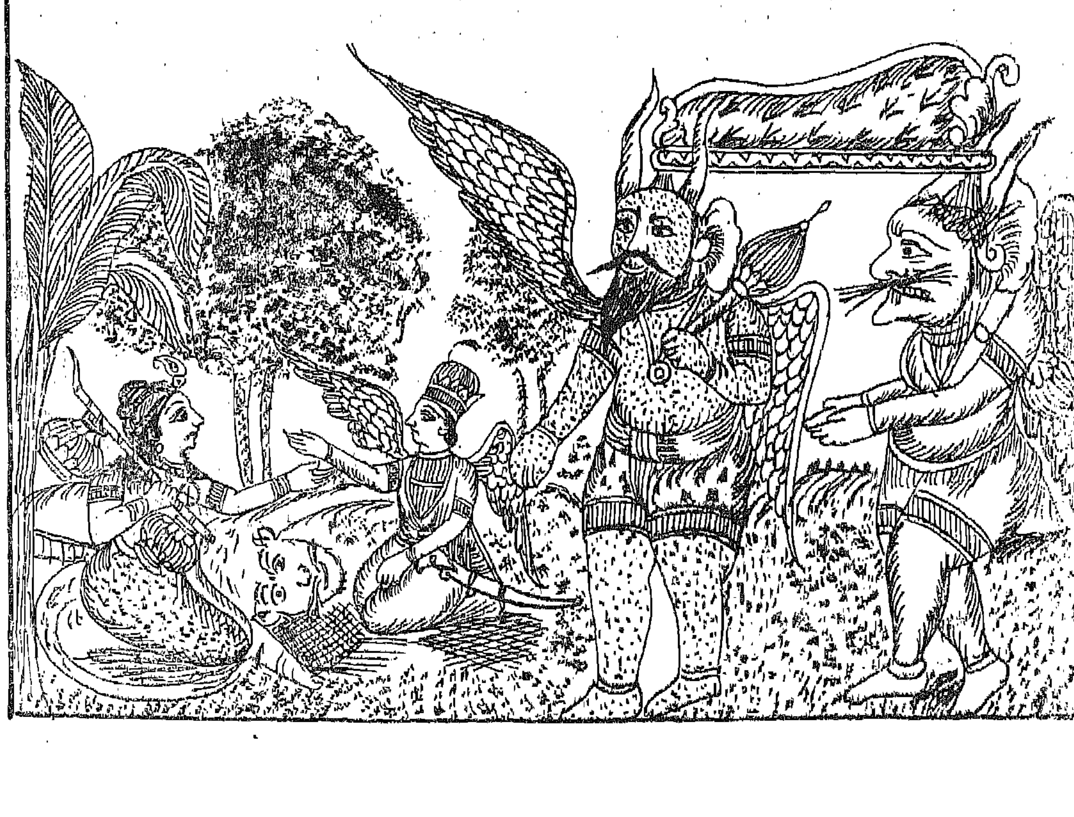
کہ پہرتے تو ایسے ساقی گلعذار ۔ کہ صحرا سے اب دل ہوا خار خار
وہ دارو جو پیا دل کو دیو پاس جو ۔ کہ جینے کی ہیا کو آس ہو
کوئی پھول سی دو شتابی شراب ۔ کہ شہر مطالب کو پہنچون شتاب
سبب جسکے اسباب دیکھو ذرا ۔ کہ قدرت ہین ہے اسکے کیا کیا بہا

سفید و سیاہ اسکے ہے اختیار
دو رنگی زمانہ کی مشہور ہے
وہ تھی اتفاقاً شب چاردہ
بچھا مرگ چھالے کو اور لیکے بین
گذارا یہ بجنے لگا اس کے ہاتھ
وہ سنسان جنگل وہ نور قمر
درختون کے پتے چمکتے ہوئے
دیا یہ کہ جوگن کا منہ دیکھکر
وہ صورت خوش آئی جو اس نور کو
درختون سے لگ لگ کے باد صبا
یہان تو یہ عالم تھا اور طور یہ
نہایت طرحدار صاحب جمال
وہ جاتا تھا کرتا ہوا سیر ماہ
جو دیکھا تو جوگن ہے اک رشک ماہ
یہ سمجھا بناوٹ کا کچہ بھیس ہے

بنایا ہے اسنے یہ لیل و نہار
کہین سایہ ہے اور کہین نور ہے
ادا سے وہ بیٹھی وہان رشک
دو زانو سنبھلکر وہ زہرہ جبین
کہ منہ نے کیا دائرہ لیکے ساتھ
وہ براق سا ہر طرف دشت و
خس و خار سارے جھلکتے ہوئے
ہوا نور سایہ کا ٹکڑے جگر
دل اپنے پہ سایہ نے منظور کی
لگے وجد مین بولنے واہ واہ
لنس اوپر مزا تم سن لو اور یہ
برس بیس اکیس کا سن وصال
اسے خلق کہتی تھی فیروز شاہ
کہ چشم فلک نے یہ دیکھا نہ نور
لگا کہنے جوگی جی آدیس ہے

جہان مین ہے اندوہ و سہم
فضا را سہانا سا اک دشت
بچھی ہر طرف چادر نور تھی
گذارا بجا لگی شوق مین
بندھا اس جگہ اس طرح کا سمان
وہ اجلا سا میدان چمکتی ریت
درختون کے سایہ سے مکا ظہور
کیا ہاتھ سے بس سن کر جو دل
ہوا بندہ گئی اسکو ہری اس
گذارہی کا عالم یہ تھا اس گھڑی
کہ تھا اک پریزاد فرخ سیر
ہوا پر اوڑا سے ہوئے اپنا تخت
یکایک سنی بین کی جو صدا
نظر کر کے حسن اسکا غش کر گیا
پڑا تم پہ ایسا کہو کہ کیا بچوگ

کہین صبح عیش و کہین شام غم
کہ ایک شب ہوا اسکا دل بستر
یہی چاندنی اسکو منظور تھی
لگی دست و پا مارنے دوق مین
صبا بھی لگی رقص کرنے وہان
اگا نور سے چاند تارون کا
گرے جیسے جلنی سی چھن چھن کے
گئے سایہ و نور آپس مین مل
بسیرا کئے جانور اپنا بھول
کہ تھی چاندنی ہر طرف غش
جنون کے تھا وہ بادشاہ کا اسپ
کسی طرف جاتا تھا فیروز بخت
وہان تخت لا اسنے اپنا رکھا
نغش کے عالم مین بس مرگیا
لیا واسطے کیسکے تمنے یہ جوگ



کدھر سے تم آئین کدھر جاوگی
خس و خار بیچ حسن و عشق آگ سے
کہا ہنسکے جوگن نے ہر بول ہر
نہ رو کبھی ہو اتنا بہلا تاؤن گا
یہ دو بیٹھے جو باہم ہوئے
نظر حسن پر گاہ گہہ بین پر
وہ جوگن جو تھی درد و غم کی اسیر
بجاتی رہی وہ بین صبح تک
دھری اپنی کاندھے پہ جب اٹھنے
زمین سے اٹھا آسمان کی تہین
یہ مژدہ گیا باپ پاس اپنے لے
بہت آپسے اٹھا بین گے خط
کہا آو جوگی جی بیٹھو ادھر
بہت اس کی تعظیم و تکریم کی

دیا اپنی ہم پر بہی فرماوگی
سدا حسن او عشق ہین لاگ ہے
جہان سے تو آیا چلا جا ادھر
ذرا بین سن کر چلا جاؤن گا
اسی لطف مین یہ تو بیدم ہوی
سراپا دل اس لعبت چین پر
ہوا غم مین جوگن کے یہ بہی فقیر
پہ رو دیا کہا سامنے بیدھڑک
اٹھی لیکے انگڑائی زہرہ جبین
وہ کتنا کہا کہ نہین رہے نہین
کہا عرض کہتا ہون مین آپ سے
بہت بین سن اسکی پائین گے
کرو روشن اپنے قدم سے یہ

وہ سمجھی کہ دل اسکا آیا ادھر
وہ لے راگ ہے او دا نمین ہوا
کہا تب پریزاد نے واہ جی
کہا ہو تے سو نون سے اپنے کہو
گیا بیٹھ آ سامنے ریت مین
رہا تن بدن کا نہ کچہ اسکو ہوش
نہ سدہ گھر کی لی اور نہ راہ کی
ادھر تان پہ بین کی تہی بہار
پریزاد نے تب پکڑا اسکا ہاتھ
نہ مانا ادرا وسنے اوڑا یا اُسے
یہ جوگی جو ہے ایک صاحب کمال
کہا اس نے بابا بہت خوب ہے
کہلے بخت بیٹھے کے اور باپ کے

کہ دل بہی تو رکہتا ہی دل کی خبر
کہ دونون طرف آگ دی ہی لگا
بہت گرم ہین آپ اللہ جی
فقیرون کو چہیڑو نہ بیٹھے رہو
رہا کہیت یہ تو اسی کہیت مین
بنا کل وہ جون نقش دیوار چشم
جب آئی ذرا شدہ تو پھر آہ کی
بند ہا تہا ادھر اوسکے رونیکا
شتابی سے اٹھا تخت پر اپنے ساتھ
پرستان مین لا بٹھایا اوسے
ذرا بین سنئے اور اس کے خیال
ہمیشہ سے راگ اپنا مرغوب ہے
سرون پر ہمارے قدم آپکے
جگہ ایک پاکیزہ رہنے کو دی

داستان فیروز شاہ کی مجلس آرائی و جوگن بلالے ہین

پلا مجکو ساقی محبت کا جام
بہبوت اپنے منہ پر شتابی سے
ستارہ وہ کی مالا گلے بیچ ڈال
ملک نے پرستان مین مجلس بنا
وہ جوگن جو سچ مچ تہی زہرہ
کہا ہم ہین مشتاق کچہ گائیے
ہے ہزار عذر با لیشون سے فقیر
جو مرضی ہو تو تم کو تکلیف دین
یہ کر او سنے اور بین کاندہی پہ دہر
گیا اہل مجلس کا دل جو پگھل
روان روان کر دیا جان کر
کبھی سامنے آتے کرتا نظر

کہ مہانیون مین ہوا دن تمام
رکہا انڈو سی کو سہ کی شب آئی نکل
وہ پہونچی پرستان مین حال حال
بلایا اُسے جسکی تہی یہ ثنا
سو مجلس مین آئی لئی اپنی بین
سمان بین کا ہم کو دکھلایئے
وے کیا کرین اب سوتی ہین سیر
نہین جسمین راضی ہو تم سو کرین
یہانتک بجائی کہ دیوار و در
تو جون شمع اشک آئی سب نکل
رلایا پہر اک جن و انسان کو
کبھی دیکھتا چپکے ادھر ادھر

یہ جوگن جو بیٹھی برو گن ہو تی
دکھاتی ہوئی سوز دل دور سے
ہوئی شب جو بزم انجم فروز
پریزاد ساری ہوئی جمع وان
بہت منتون سے بلایا اُسے
کہا کچہ بجانا نہین اپنا کام
کہا جوگی صاحب یہ کیا بات ہے
کہا اس طرح سے جو فرماوگے
کھڑی رہ گئے ہوش کہوئے ہوے
ہوئے مین ہین پر انگلیان یون وہان
ہوا حال پر اسکا یہ کچہ تباہ
ستون کی کبھی ہوٹ مین ہو گئے

کہ اتنے مین رات آئی جوگن ہوئی
اڑاتی ہوئی بال کو لوٹ سے
چہپا پرستان سے اسکے پردے
کہ دیکہین تو جوگن آئی ہوئی
بڑی عزتون سے بٹھایا اوسے
ہر اک طرح لینا ہمین ہر کا نام
کرم آپکا ہم پہ دن رات ہے
تو ہان بندگی ہی مین کچہ پاؤگے
نظر جو پڑی وان سو ردی کے ہو
کہ ہاتہون سے اسکے ہوا دل روان
وہ عاشق جو تہا اُسپہ فیروز شاہ
کھڑا دیکہتا اس کو رو رو کے وہ

کبھی اودہر اودہر سے پھر کے آ
نظر اوس کی جب آن پڑتی ادہر
نگر کو یہی جوگن کی کرتا ثنا
یہی پہلی صحبت وان ایسی ہین
اسی طرح ہر شب کرم کیجیے
یہ گہر بار ہے آپکا ہی تمام
کہا اُسنے مطلب نہین کچھ یہین
یہ کہہ وہان سے اٹھی وہ جوگن ادہر
کہا اپنے جی سے کہ سنتا ہے جی
غرض اسطرح اوسکا معمول تہا
بجا ہین سب کو رجہاتی وہ
نہ دنیا کی اُس کو نہ دین کی خبر
بہانے سے ہر کام کے روز و شب
وہ جوگن بہی سو سو طرح کر ادا
کبھی خوش کیا اور کبھا گہہ وہ ادہر
کبھی تیکہی نظرون سے گھایل
کبھی ہنس کے دیکھا ذرا خوش کیا
اٹھو ہین کبھی دل کو لٹکا دیا
بچارا پریزاد وہ سادہ دل
نہ منہ پر وہ عالم رہا نہ وہ نور
یہ دی پر وہ دل سے جی فی صدا
سینہا سنا ہے اب بہی تو ظالم
یہ سن جی کا پیغام مجبور ہو
غرض ایک دن بات یہ ٹھانکر
اکیلی اسے دیکھ ہو بیقرار
کہ مجھے آج کیا یہ خلاف قیاس

چھپے اسکے کھڑکی کی لیتی بلا
تو یہ اودہر کی طرف کرتے نظر
تو کہا رشک کھا کر پہر تمکو کیا
کہ غش کر گئے دی جو تھے نکتہ چین
مری بزم رشک ارم کیجیے
ہوئی آج سے ہم تمہاری غلام
تمہارا مبارک رہے گھر تمہین
دیا تہا جہان اُسنے رہنے کو گھر
نہ گھبراؤ اپنے دل مین کبھی
کہ اس شاہ پریون کی خدمت
پہر کے بچے گھر مین آتی تہی وہ
اُسی کے تصور مین شام و سحر
وہین کاٹتی آکے اوقات سب
ہر اک آن مین اسکو لیتی لبہا
کبھی دور بیٹھی اسکے پاس
کبھی میٹھی باتون سے مایل کیا
کبھی ہو کے غمگین ناخوش کیا
کبھی سامنے بالون کے جھٹکا دیا
ادائین یہ انسان کے متصل
کبھی دنیا مین دل ہو گیا چور چور
کہ ہے صبر کی اتنی بس انتہا
نہین کوئی دم مین چلا مین نکل
کہا اپنے نزدیک کو دور ہو
لگا کہان پہر اپنی وہ آن کر
گرا پانون پر اُسکے بے اختیار
گر اُٹھاتا تو ہو کے کہون مجبور

وہ گو کچھ نہ سنتی نہ کہتی اُسے
اس آن و ادا پر وہ فیروز شاہ
غرض تہی یہ صحبت کہ مین
سراپا پریزاد کے باپ نے
مقدم ہمارا رچہانا کرو
تکلف کو موقوف کر دیجیے
کہان ہم کہان تم ہو یہ جو سانہ
لگی رہنے اس مین شب و روز
یہ ہبینم کہ تاکر دکار جہان
پہر رات تک ہنستی اور بولتی
و لے کیا کرون حال فیروز شاہ
اُسی شمع کے گرد پہرنا اُسے
اسی طرح اوقات کھونا اُسے
و لے کچھ بہی پاتی جو حسب طلب
کیا اُسنے پردے مین جو کچھ
کبھی ٹیڑہی باتون سے مارا اُسے
کبھی منہ دکھایا چھپایا کبھی
وہ ہر چند آنکھین دکہائی
اسی طرح مدت گئی جب اُسے
جگر خون ہو آنکھون سے آیا اُبل
جو دیکھا ہے اس سے تو کہہ حال دل
ملا کر نواب دستنا اف و ہے کو
بلا سے اگر آن رہتی نہین
نہ تہا اس گھڑی کوئی ادہر
گرا اس طرح سے قدم پر چہوڑ
کسی نے نہ ترا دل ستایا نہین

کن انکھیون سے پر دیکھ رہتی
دل و جان سے کرتا تہا ہر لحظہ آہ
یہی دل نہا اسکا کہ دیکھا کرون
کہا کہ دیا جوگی جی آپ نے
تہین اپنا مشتاق جانا کرو
جو کچھ تمکو درکار ہے لیجیے
یہ تہی بات سب اب ما دیہ سانہ
سمجہہ ہی بین کچھ کچھ دل افروز
در ین آشکارا کہ دارد نہان
ہر اک بات مین فتنہ تہی گہولتی
کہ تہی دن بدن اسکی حالت
پتنگے کی مانند گرنا اُسے
صدا مین سن سکے رونا وسے
تو عاشق پہ غصہ وہ کرتی غضب
دوانہ کیا اس کو باتون مین ڈال
کبھی سید ہے دل سے پکارا وسے
کبھی مار ڈالا جلایا کبھی
یہ نظرون مین دل کو لبہائی
چڑہ ہی گئی عشق کی تب اُسے
کیا دل سب اندر ہی اندر پگھل
کہ اب تنگ ہے اپنا احوال دل
پڑا رہ لئے تنگ سا ناموس کو
کہ اب مین کبھی جان رہتی نہین
اکیلی پڑی جوگن اس کو نظر
تو کہنے لگی سکے آگر اسکو وہ
دیا جی کو تیر سے لبہا یا نہین

مرے بیٹھنے سے اذیت ہوئی
کہ مہمانیوں کی مصیبت ہوئی

اذیت اگر مجھسے پاتا ہے تو
کہ اب پانوں پڑ پڑا اوٹھاتا ہی تو

تمہاری سمجھ لئے تو مارا ہمین
یہ باتین نہین اب گوارا ہمین

ہوئی واقف نہ تم مرے حال سے
فدا ہین رہا جان اور مال سے

تم ایسے بے رحم و بے درد ہو
غرض اپنے عالم مین تم فرد ہو

کہا تب پریزاد نے مری جان
کہان تک کرون راز دل کو نہان

لگی ہنسکے کہنے کہ اک طور سے
جو میری کہانی سنو غور سے

کہا اُسنے پھر جلد فرمائیے
جو کچھ آپ سے ہو بجا لائیے

ملک اک وہانکا ہے مسعود شاہ
کہ بیٹی ہے اک اسکی مانند ماہ

بنایا ہے اُسنے الگ اک باغ
کہ فردوس کا وہ چشم و چراغ

ہین نجم النساء اُسکی دخت
ہمیشہ سے ہمراز تھی اور شبیر

خوشی سے سروکار غم سے فراغ
برنگ چمن رہتی تہی باغ باغ

ہوئی ایک عجب واردات
کہ ایک شخص وارد ہوا اک رات

گیا اسپہ اوس شاہزادہ کا دل
گئے ایک شخص وہ آپس مین مل

کہین وہانکے آنے کی سنکر خبر
خدا جانے پہنچا ہے کدھر

سو ہین کھوج مین اسکے جوگن
یہانتک تو پہنچی بروگن ہوئی

تو شاید مدد سے تمہاری ملے
تو پھر آرزو بھی ہماری ملے

کہا تب پریزاد نے ہاتھ لا
انگوٹھا دکھایا کہ اترا سجا

یہ سن قوم لئے اپنی اُسنے بُلا
تقید سے سب کو سنا کر کہا

جو تم سے لاوے گا اسکی خبر
جواہر کے دونگا اسکے لگا پر

ہوا اک کا ناگہان وان گذر
جہان قید مین تہا وہ خستہ جگر

کہا کچھ تو ملتا ہے یہان کا سراغ
کہ آتی ہے بوئے گلزار داغ

کہا ماہ رخ کا ہے قیدی یہان
کنوئین مین تڑپتا ہے اک نوجوان

کیا جاکے فیروز شہ کو سلام
سن آیا جو کچھ کہ تہا در تمام

فقیرون اتنا نہو تو خفا
چلے ہم بھلا جاتا ہو بھلا

لگا کہنے رو رو کے فیروز شاہ
کہ بس بس یہی تو کہی گی نہ واہ

ستائی ہوئی کو ستاتے ہو کیا
جلے دل کو ناحق جلاتے ہو کیا

تم اپنا سا مجکو سمجھتی رہو
بھلا انکو اب یہان کوئی کیا کہے

کہا اسنے لے کہ شتاب اپنا حال
کہ تو کیون گرا سر کو پاؤن پہ ڈال

بھلا ہجر مین کب تک ہون ملول
غلامی مین اپنی مجھے کر قبول

مطالب اگر میرے برلائے تو
تو شاید مراد اپنی بہی پائے تو

کہا اسنے یہ ہے مری داستان
کہ شہر سراندیپ ہے اک مکان

جہانمین ہے بدر منیر اسکا نام
مین رہتی تہی خدمتمین اسکی مدام

جدا باپ سے تہی اسجا مقیم
سدا سیر کرتی تہی بیخوف و بیم

جدا ایکدم اس سے ہوتی تہی
سلائے بغیر اسکے سوتی نہ تہی

کسی طرح کا غم نہ تہا دہیان مین
ترقی خوشی کے دہیان مین

کہانتک کہون اوسکا قصہ ہے دور
نہ تہا آدمی نور کا تہا ظہور

وہ لے عاشق اسپر کوئی تہی پری
محبت مین تہی اسکے وہ بہری

دیا قید مین اس کو ڈالا کہین
کہ مدت سے اسکی خبر کچھ نہین

پریزاد آپمین تم ایک ہو
اگر تم ذرا کھوج اسکا کرو

دل آیا ہو جی کو آرام ہو
تمہارا بھی اس کام مین کام ہو

کہا پھر بہی کچھ نہین سجھین
لگی ہنسکے کہنے نہین ہی نہین

کہ جاؤ تو ڈھونڈ ہو کرو منتکی
کہ ہے اک پرستان مین قید آدمی

یہ سن اپنے سردار کا وہ کلام
تجسس مین پھرنے لگے صبح و شام

وہ رقتا تہا جو نالہ و آہ سے
تو پہچا اُس کو آئی صدا چاہ سے

وہ جو کی کے جو دیو تھے جابجا
لگا پوچھنے کسکی ہے یہ صدا

وہ تحقیق کر اور سے وہانکا یہ
اٹھا شہر کو اپنے دیو سفیہ

کہا میرا مجرا ہے اب لائیے
جو دیجئے کہا ہے سو دلوائیے

یہ معمول تہا وہانکے انعام کا
جواہر کے اسکو دئے پر لگا

داستان پیغام بھیجنے مین فیروز شاہ کی ماہ رخ کو

بھیجا پھر اس ماہ رخ کو پیام
کہ کیون نا پیت کرتی ہے آرام

بنی آدم تو چوری سے لا
بٹھاتی ہے گھر مین تعشق جتا
ترے باپ کو گر لکھون تیرا حال
تو پھر حال تیرا ہو کیا اسی چنال

عزیز اپنی رکھتی نہین جان کو
ابھی سے کہ پہونچون پرستان کو
ہزار رنگ غیرت سے اڑتا نہین
تجھے کیا پریزاد چھوڑتا نہین

ہمارا لگی یہ دل خوف و خطر
لگی رہنے انسان پر تو نظر
بہلا چاہتی ہے تو اوسکو نکال
کنوئین مین جو تو نے رکھا ہے ڈال

اور اوس کی قسم کہا کہ پھر گر کہین
لیا نام تو اسکا تو پھر تو نہین
گیا ماہ رخ کو یہ فرمان جب
ہوئی خوف سے وہ پریشان تب

کہا مجھ سے تقصیر اب تو ہوئی
کہو اسکو لیجائے یہان سے کوئی
اگر اب مین لاؤ ہون اسکی کبھی
تو پھر سوچا کہ جیسے تم کہی

پر اتنا یہ احسان مجھ پر کرو
کہ اسکا پرستان مین چرچا نہو
مرے باپ کو یہ نہووے خبر
کہ پھر مین نہ ادھر کی ہون نہ ادھر

یہ سنکر جواب اسکا فیروز شاہ
چلا اپنے گھر سے جہان تھا وہ چاہ
سرِ چاہ پر جب وہ پہونچا شفیق
کہا انکو تجھے وہ جو اسے ...

کہ یہ سنگ اکھڑے یہان سے ہلے
کسیطرح چہاتی سے پتھر ٹلے
وہ پتھر جو تہا کوہ سا سنگ سیاہ
دیا پھینک وہان سے اسے مثل کاہ

وہ بادل سا سرکا وہ جو اس چاہ سے
تو اک نور چمکا شب ماہ سے
اندھیرے لیے اس چاہ کے نکالش
نظر یون پڑا جیسے کالے کا من

وہ من ڈالے ابین پڑا تہا جو ون
کہا اس پریزاد نے سب کو یہان
نکلوا امانت سے اس نہر
کہ لیٹے ہین پوشاک سو جو ...

نہیں احتیاج اسکی اب ہے ضرور

داستان کنوین سے نکلنے مین بے نظیر کے

قدح مہر کے لا ساقی با تمیز
کنوئین سے نکلنا ہے یوسف عزیز
گئے دن خزان کے اور آئی بہار
سو لالہ کنوئین سے دکھا لالہ زار

گلابی جھلکتی پلا دے مجھے
سنا کوئی سا ایسا کہا دو مجھے
کہ وہ ماہ نخشب کنوئین سے نکل
سمجھا اسے اپنی پتلی کا نور

کوئی دیو تہا وان سکندر نژاد
کنوئین مین اُتر کر بجسب مراد
اٹھالیون لے آیا کنوئین سے نکال
سنا ذل کو اپنی ہے پر جهل

لے آیا وہ جون خضر سو گمات سے
نکال آبحیوان کو ظلمات سے
ہوئی مست اس نازو بو سے وہ گل
کہ وہ سرو جہان آب کو و چھال
کہ نکلا وہ سنبل ہے مانند گل

تصویر کنوین سے نکلوانا بینظیر کا بحکم شاہزادہ اجنہ یعنی وزیرزادی کے انسانے



اندھیری سے نکلا وہ روشن بیان
کہ حرفوں سے جوں ہووے عیاں

زمیں اوپر آ ٹپکا تھا اسکو غم
لگے تو کہ پھرتا تھا اوپر کا دم

نہ آنکھوں میں طاقت نہ تنمیں توان
کہ جوں خشک ہو برگ بوستان

وہ سر میں جو تھے سنبل سے بال
ہوے تھے لاغری سے بدن کے وبال

بدن سے رگوں تھی اسکے نمود
کہ ہو الجھی جو ریشمیں میں کبود

وہ ناخن جو تھے اسکے شکل ہلال
سو وہ ہو گئے بڑھ کے بدر کمال

بٹھا تخت پر اسکو اپنے وہاں
لے آیا وہ بیٹھی تھی جوگن جہاں

چل اٹھو کہ میں اس کو لایا یہاں
یہ سنتے ہی گھبرا کے بولی کہاں

کہا چل کہاں ہے بتا تو مجھے
ذرا اوسکی صورت دکھا تو مجھے

جسے ڈھونڈھتی تھی سو یہ ہے وہی
کہا ان ری یاں وہی ہے یہی

کہا آپ اس تخت پر بیٹھ اور
دکھایا اوسے اور کہا کر تو غور

کہا اس تخت کے گرد اس پھیرون
بلائیں میں دل کھول کر اسکی لون

کہا سنتے تب اپنی جوتی دکھا
ارے دیو تو کیوں دیوانہ ہوا

یہ اس تخت کے گرد پھرنے لگی
بلا اسکی لے لے کے کرنے لگی

وہ دیکھے جو ٹک آنکھ اٹھا بے نظیر
تو نجم النسا ہے یہ دخت وزیر

کہا تیرے غم نے دوانہ کیا
کہ عالم سے اپنا بیگانہ کیا

بیان دونوں اپنا جو کرنے لگے
در اشک سے چشم بھرنے لگے

یہ سن بے نظیر اپنے دل سوز سے
لگا شاد ہونے اسی روز سے

اسی تخت پر بیٹھ کر وہ ادھر
کہ تھا نقش مطلوب نکلا ادھر

پر پہنچے حرف مطلب پہ سو نگر
تو بے کسر بیٹھے مثلث کے گھر

اوتارا وہاں لا درختوں کے
دو بارا کھلے ان درختوں کے

یکایک جو آ وہ قدم پر گری
تو جھجکی وہ شہزادی اور چٹ پٹے

کہا میری نجم النسا تو ہے جان
اری تیرے صدقے مری مہربان

بہت اسنے چاہا کہ ہو وے کھڑی
کھڑی ہو کے ہوتے زمین

بلائیں لگی لینے نجم النساء
لگی گرد پھرنے برنگ صبا

نہ رنگت کی وہ رونق نہ وہ حال
گلو سے لگا دل تلک پائمال

وہ جیتا تو نکلا وے اس طرح
کہ بیمار ہو نزع میں جس طرح

جمی خاک تن تن پر رنگ زمین
گڑا جیسے نکلے ہے پتلا کہیں

وہ تن سرخ جو تھا پیلا ہوا
وہ جوڑا جو تھا سبز نیلا ہوا

فقط پوست باقی تھا یا استخوان
نہ تھا خون کا رنگ بھی درمیان

بدن خشک زرد اس طرح تھا وہ
خزاں دیدہ ہو جس طرح برگ گل

رکھا تخت اکجا پہ اسکا تباہ
تو اوترا تھا واں جلد فیروز شاہ

رکھا تخت اکجا پہ اسکا چھپا
پھر کہا جا کے کہ نجم النسا ا

دوانی تھی ازبس وہ اس ناتو کی
نہ سر کی رہی سدھ نہ کچھ پاؤں کی

کہا اوسکے چلیو ذرا تھم رہو
کہ شادی بڑی ہے کہیں غم نہ ہو

یہ کہہ اور لے ہاتھ میں اوسکا ہاتھ
لے آیا پری زاد اوسکے تو ذرا

یہ کہہ اور اس کے پاس آ
کہا اسے بات پر میرے صدقے نہو

کہا اوسنے سنکر بھلا دیکھو تو
کہ اس بات پر میرے صدقے نہو

غرض وہ پری زاد بیچ اوتر
کھڑا ہو گیا تخت سے ہو ادھر

گلے لگ کے رونے لگی زار زار
کیا اپنے تن من کو اس پر نثار

کہا تو کہاں اور کسکا یہ جوگ
کہاں یہ لباس اور کہاں یہ لوگ

بغل کھول کر تو آپس میں مل
وہ رو یا کئے دیر تک متصل

کہی سرگذشت اسدم تلک
کہ اسطرح پہنچے ہو تم ہم تلک

کیا ایک ان تو انہوں نے مقام
چلے دوسرے دن وہ نزدیک شام

وہ جوگن وہ فیروز شاہ وہ ماہ
چلے تخت پر بیٹھ ادھر کی راہ

مربع نشین تھی جو بدر منیر
وہاں اسکو لائی وہ دخت وزیر

اکیلی اوتر واں سے آئی بدر منیر
لئے سوگ بیٹھی تھی وہ جیدہر

پھر آخر جو دیکھا تو جوگن ہے یہ
مری درد غم کی بروگن ہے یہ

نہیں تیرے ملنے کی کب آس
کہ جینے سے اپنے ہیں یاس تھی

کہا بار غم سے افاقت نہیں
اری کیا کہوں مجھمیں طاقت

اسے شاہزادیکا تھا حال یاد
تو یاں دیکھا اس سے زیاد

پڑے سارے پیداش لے پوا دم
محل کو جو دیکھا تو اوتا سا گھر

خفا ہین جو تہین پاس وہ نازنین
سو میلی کچیلی کہین کی کہین
نہ چوٹی گندہی اور نہ کنگہی درست
جو چالاک بنگنے وہ بہی سست

پہر اک عالم مین دیکہو تو رنگ
اڑا رنگ چہرہ کا مثل پتنگ
نہ آپسمین چہلین نہ وہ چہچہے
نہ گانا بجانا نہ وہ قہقہے

غم آلودہ ہر اک زار و نزار
نہ آرام جی کو نہ دل کو قرار
جو بیٹہین تو رونا جو اوٹہین
غرض بیٹہتے اٹہتے انپر ستم

چمن سارے ویران سی ہے
شجر گل کے اک جہاڑ سے ہے
جو خود ہین وہ حیران وہ
کہ جون زرد شیشے کی ہو آرسی

نہ تاب و توان نہ ہوش و حواس
ضعیف و نحیف و پریشان اوداس
یہ دیکہا اسکا احوال نجم النسا
جل شمع کی طرح آنسو بہا

ولیکن محل مین پڑی جب یہ
کیا مثل پروانہ اسپر ہجوم
سنی ایک سے ایک نے خبر
مبارک سلامت ہوئی دگر

کوئی غنچہ کی طرح کہلنے لگی
کوئی دوڑ کر اس سے ملنے لگی
لگے کوئی صدقے لانے لگی
کوئی سر سے روٹی چہوا لے

کوئی آئی باہر سے گہر سے کوئی
ادہر سے کوئی اور ادہر سے
حقیقت لگی پوچہنے آ کوئی
لگی کرنے آپسمین چرچا کوئی

ہوا سر پہ اسکے لبس اثر دہام
لگی کرنے گہبرا کے سب کو سلام
کہا بیبیو کل کہونگی مین حال
کہ اب راہ کی ماندگی ہے کمال

وہ انبوہ جب کچہ ہوا بر طرف
تو پہر دیکہہ نجم النسا ہر طرف
کہا شاہزادی تو آتی نہین
ادہر اپنی تشریف لاتی نہین

چلو چل کے آرام کیجے
سمجہ اک دم سے کہنا ہے سن لیجے
کہلی جبکہ خلوت مین بدر منیر
کہا مین لے آئی ترا بے نظیر

یہ سن اکدم تو وہ غش کر گئی
سکہے تو آ حیرت مین مر گئی
تعجب سے پوچہا کہ سچ ہے یہ
دیا پہیر تنکو مری کیا ہے

کہا مجکو سوگند اس جان کی
غلط کہنے والی مین قربان ہوئی
نشاط و خوشی کی خبر یکبیک
نہین منہ پہ بیتب بید ترک

کہا کیونکہ لائی کہا اس طرح
وہ سب کہہ دیا حال تہا جسطرح
ترا قیدی جا کر چہڑا لائی ہون
اور لک اور بند ہو اڑا لائی ہون

کہا پہر وہ دونون کہان ہین کہا
درختون مین انکو رکہا ہے چہپا
عجب نفت مین ہوئی تہی جدا
کہ دلبر کو تیرے دیا لا ملا

کہا کیونکہ لائی کہا ملا کر ہنسی
کہ مین تیری خاطر بلا مین پہنسی
سو اب ایک کو تو لے آئی ہین
ہوا دہیرے کو بتاتی ہو نہین

یہ سن شاہزادی ہنسی کہلکہلا
کہا کیون اڑاتی ہے نجم النسا
ارے ایک ہی تو بڑا قہر ہے
کہین تو ہوا مرتا کہین زہر جی

چلی باپ جو چپکے بس زیادہ نہ کر
انہین جا کے لے آ تو ادہر
کہا پہر پریزاد کے روبرو
بغیر از کسی کے کہے ہو کے تو

کہا وہ تو ایسا دیوانہ نہین
وہ اس بات کو کیا کہیگا نہین
اگر دل مین تیرے وسواس
نہین دور وہ ہی تیری باہر

زرا پوچہہ لیجو تو اس بات کو
کہ وہ روبرو اسکے ہو یا نہو
یا سنکر شتابی گئی وہ نگار
لیا جا کے آہستہ اسکو پکار

چہپانے ہوئے لا بٹہایا وہان
وہ خلوت کا جو تہا قدیمی مکان
پہر اس سے یہ پوچہا کہ اے بے نظیر
کہے تو جو چل آئی بدر منیر

کہا تیرے تجکو رشک سے چمن
چہپے ہے کہین بہالی سی ہین
مری جان و مال سب قربان
کہا اسکے سب باتین مری جان ہے

مرا یہ تو ہمدم ہے دنیا تک کا
مجہے اس سے پردہ ہے کس بات کا

مرے منہ سے ساقی پلادے شراب
کہ ملتے ہین باہم مہ و آفتاب

داستان بے نظیر و بدر منیر کے ملنے اور اس کے باپ کو جو سپاہ کا رقعہ لکہنے ہین

یہ کہہ سن کے باہر وہ پردہ نشین بے نظیر
چلی آئی وہان ناز سے نازنین
صبا سے پہیر آکر جو بیٹہی وہ پاس
سپہر آئی گہٹا سے لیے ہوش و حواس

نظر پڑے منظر جو ملی ایک بار
کئے چشم نے لال و گوہر نثار
ادہر اشک خونین ادہر چشم نم
ادہر سے اسکا ادہر سے اسکا غم

نہ وہ اس کا رنگ نہ وہ اس کا حال
عجب صحبت آپس میں اس دم ہوئی
سرشک محبت بہانے لگی
وہ مجروح دل تھی جو بدر منیر
جہیں غم کی باتیں جو آئیں میاں
رخ زرد پر اشک گلگوں بہا
پھر آخر کو نجم النسا روبرو
کہ تیری ہی خاطر وہ مرتا ہے کم
یہ مردہ سا لائی ہوئی میں اسے
لے آئی ہے اس کو محبت کی
ہیں اب کچھ خوشی کی کرو گفتگو
یہ سن سن کے پھر سب وہ آپس میں
شب آدھی گئی جب تو خاصہ منگا
پھر آخر کو وہ دو جدا ہو گئے
الگ ہو کے لیٹے جو وہ ماہ رو
کہا شاہزادے نے احوال سب
نہ پہنچا کوئی میرا فریاد رس
محبت سے لینے یہ چاشنی درد کی
عجب طرح سے زیست مرتا رہا
دیا شاہزادی نے رو رو جواب
تو کیا دیکھتی ہوں کہ صحرا ہے
میں جانا ہر چند کروں بات
عجب اس گھڑی مجھ پہ گذرا
نہ دیتا تھا کچھ تیری کوئی خبر
یہ کہتی میں کس سے یہ درد
اسی غم میں رہتی تھی بلبل

تن زرد و زرد اور رخ لال لال
کہ ایسی ہی صحبت بہت کم ہوئی
اس احوال پر جیب کھلانے لگی
لگی کھینچنے اپنی آہوں کے تیر
یہ رو رو کہ الگ الگ گئیں ہچکیاں
بہار و خزاں کو گیا اک عجب
لگی کہنے ساتھی یہی بدر منیر
کہا اور تو رو رو کے دیتی ہے غم
کہ دیکھے سے تیری تنتابی ہے
جیا ہے فقط تیرے ملنے کی سن
خدا پھر نہ تم کو رلاوے کبھی
پڑے ہیں جس طرح پھول گلشن میں
نکلنے لگے ہر اک کے آگے دھرا
الگ خوابگاہوں میں جا سو گئے
ہوئی لیٹے لیٹے عجب گفتگو
کنوئیں میں جو گذرا تھا رنج و تعب
تڑپتا رہا دل بہ رنگ جرس
کہ میں نے تئیں جیتے جی گور دی
تری جان سے دور مرتا رہا
کہ میں نے بھی اک شب یہ دیکھا خواب
اور اس دشت بر میں کنواں سا ہے
وہ لے گئی وہاں نہ کچھ مجھے
کہ دل اور جگر ہو گیا میرا شق
وہ بے تھا مرے غم سے دل کو اثر
شب و روز جلتی تھی سان
کہ کیونکر ملا ہوگا پردہ رو کا ماہ

بہم دو خزاں دیدہ گلزار سے
وہ نجم النسا اور وہ فیروز شاہ
اور اک طرف کو شاہزادہ فیروز شاہ
چھپا منہ کو اس طرف سے نازنین
غرض دیر تک ملتے روتے رہے
کلیجوں پہ جو داغ تھے بے شمار
کیا چاہتی ہے تو اب قہر کیا
ذرا تھمنے آنسو دیے اسکے توان
وہاں جینے اسکی نہیں کی دوا
اسے وصل کی اپنے دارو پلا
نہیں خوشنما پاس آئے ہوئے
بہم پھر تو ہونے لگے اختلاط
عجب چہل سے سب نے آپس میں
اٹھا سے تھے جو کہ رنج و ملال
وہ گذرا ہوا یاد کر کر کے حال
کہ یوں میں اندھیرے میں رو دیا
وہ تاریک خانہ مرا گھر رہا
زمیں سے نکلنے کی کب آس
خدا ہی نے تجھ سے ملایا مجھے
تری داغ کی دل میں جو بو گئی
صدا دہانے آتی ہے بدر منیر
مری جان گو اس طرف ڈھل گئی
اسی دن سے یہ حال پہنچا مرا
گذرتا تھا وہاں مجھ پہ صبح و شام
عجب طرح سے زیست کرلی آن
مری شکل پر رو کے نجم النسا

ملے جیسے بلبل بہار سے
حیا سے کئے اپنی نیچی نگاہ
لگا رو دیئے آنکھوں پہ دھر کر رومال
لگی کہنے از دامن و آستین
جدائی کے داغوں کو دھونے لگے
سو آنکھوں سے انکی دکھائی بہار
زیادہ نہ بس اپنی الفت جتا
ابھی اسکو رونے کی طاقت کہاں
کہ ہے خانہ یار دار الشفا
کسی طرح اس نیم جان کو جلا
رہیں دو جنے منہ تنہائی ہوئے
ابھینے لگے دل سی جنبش و نشاط
کیا نوش حسب تمنا سے دل
ہوئے اس تدبیر میں وہ خواب
لگی رونے آنکھوں دھر کر رومال
کنوئیں میں تن اپنا ڈبو یا گیا
سدا میری چھاتی پہ پتھر رہا
فلک کے مجھے یہاں نہیں
اٹھا قبر سے پھر جلایا مجھے
میں اک رات روتی ہو سو گئی
ادھر آ یہاں ہے قید بدر منیر
اسی دم مری آنکھ پھر کھل گئی
کہ مرتی رہی نام لے لے ترا
وہ اندھیرا تھا مجھ پہ روشن تمام
کہ اس زیست کرنے سے مرنا ہوئی
گئی اس طرح حال اپنا سنا

پھر لگنے تو معلوم ہے تم کو سب
کہ ہم تم ملے پھر اسی کے سبب

ملے تھے جو بچھڑے ہوئے ایکجا
انہیں نیند باتوں میں آتی ہی کیا

کٹی رات حرف و حکایات میں
سحر ہو گئی بات کی بات میں

چھپا ماہ نے اپنے اوپر نقاب
اٹھا بستر خواب سے آفتاب

لگے روز کو سانحہ آنے لگا
وہ سوتوں کو شب کے جگانے لگا

گیا عقدۂ صبح اسدم جو کھل
نکل آئے ادہر سے اودہر وہ گل

دوبارہ کیا سب نے اپنا سنگار
چمن میں نئے سر سے آئی بہار

نہا دھو کے نکلی عجب آن سے
کہ الماس نکلے ہے جوں کان سے

ہوئے انگ اُبٹنے لگائی یہ اور
کہ پوشاک کی سرخ لائے کے طور

ولے ساتن اور وہ بہنہ کی رکاب
کہ جوں شعلہ آتش سے اٹھے بھڑک

تمامی کی سنجاف اسپر لگا
طلا کی طرح سے دیا گد گدا

لگے کی صفائی وہ کرتے کا چاک
تراشے کی انگیا کسی شہیا سے ٹھاک

ملاحت وہ بیٹھنی کی اس سے نمود
کہ جوں سرخ چہرے پہ خال کبود

سنت گرد اسکے نہ کیونکر پھرے
کہ وہاں گوکھرو لہر کھا کھا مرے

جواہر سجا اپنے موقع سے کل
ترشح میں ہو جیسے ندیدہ گل

بکھوری وہ چوٹی زریکا موباف
کہ جوں درد کے بعد شعلہ ہو صاف

ہمی جبکہ اس رنگ وہ رشک حور
چلی آئی غیرت سے اسکے حضور

حیا سے نہ کی بات نہ کچھ کہا
ولے جی سے قربان اسیر ہوا

چھپے عیش و عشرت وہ کرتے
یہ غیروں کے ڈر چپ سے ڈرتے

یہ شہیر اسکے تھے وہ دو ماہرو
کہ اس بات کو کیجے ایک سو

سہی ہے یہ تکلف آرام کو
یہ ناکامیاں ورنہ کس کام کو

جب آپس میں یہ مشورے ہو گئے
ادہر اجودھیر کے دو دو گئے

وہیں گھر میں پھر جاکے ماں باپ کے
کہ دیکھیں کہ اب ہم قدم آپکے

یہ آپس میں کہا حال دل رو اٹھے
وہ کہنے کو سوئے لیک سو اٹھے

پریزاد و نجم النسا و ہاں جدی
الگ اپنی باتوں میں سرگرم تھے

شب وصل کی جو سحر ہو گئی
تو سوتوں کو گویا خبر ہو گئی

صبوحی کو اٹھنا ہے جیسے مدام
شراب شفق سے بھرے جام

ہوا چشم واجب وہ مژگاں دراز
سپید و سیہ میں ہوا امتیاز

اوٹھے جبکہ آپس میں گلفام وے
گئے ابر ہی بارہی سے حمام وے

وہ جوگن ہوئی جو نجم النسا
جمی گرد وہ اپنے تن کی چھڑا

نہانے سے نکلا عجب سا روپ
نکل ابر سے جیسے دھوپ

جلانے کو عاشق کے دکھلا پھر
کیا سرخ لاہی کا جوڑا پہن

نکیلی وہ اٹھی ہوئی چھاتی پان
پہن بیٹھا جوبن میں انگڑائیاں

اسی رنگ کے ساتھ کا سب لباس
تصور میں جیسے سرخ چمکے قیاس

وہ کنچن سی اسمیں کچھ لال لال
بھرے رنگ سے جیسے کی شال

گئے تو لئے اپنے منہ پر نقاب
شفق میں چھپی جوں سہ وا آفتاب

وہ پاجامہ سبز کمخواب اور
دوپٹہ بنارس کا سورج کے طور

وہ کنگھی کبھی اور وہ ابرو کبھی
ہر اک آن میں اپنے سر سو کھنچی

عروسانہ اٹھنے کیا جو لباس
تو آنے لگی خون کی اسمیں باس

پریزاد تو قتل ہی ہو گیا
کہے تو کوئی جان سے مر گیا

وہ بن ٹھن کے آپس میں بیٹھے
بہم راز دل اپنا کہنے لگے

اگرچہ ہر اک وصل سے شاد تھا
ولے ہجر کا غم انہیں یاد تھا

غضب جوبنوں میں دو بارا
چھپے کب تلک آشنائی رہیں

نصیب اس طرح سے جو یارا کر
عیاں کیوں نہ ہم خواستگار کریں

وہ نجم النسا اور وہ بدر منیر
سمجھ اک کہ بہانہ وہ دونوں شہر کے

نکل بے نظیر اور فیروز شاہ
کسی شہر میں رکھکے فوج و سپاہ

کہا سا ہے سلطنت کا درست
پھرا اسے اسی جا یہ چالاک چست

ملال سا ہوا شاہ انجم سپاہ
جسے لوگ کہتے تھے مسعود شاہ

نامہ بھیجنا بے نظیر کا مسعود شاہ کو خواستگاری میں بدر منیر کے

کیا نامہ یون ایک اسکو رقم
کہ اے شاہ شاہان والی فخر جم
فریدون مثال و سکندر نژاد
مراد جہان و جہان مراد

جہان سخاوت زمان کرم
دل رستم گرد حاتم ہمم
مین وارد ہون یان ایک مہمان
لیے آئی ہین مجکو یہان نصیب

نوازش سے اپنی کرم کیجیے
غلامی مین اپنی مجھے لیجیے
ہمیشہ سے ہے راہ و رسم جہان
کہ ہے نام میرا شہ بے نظیر

جہان پر ہے روشن کہ مین ماہ
ملکزادہ ابن ملک شاہ ہون
ہر اک مجھ سے واقف ہے برنا و پیر
کہ ہے نام میرا شہ بے نظیر

بیان سب کیا ماضی و حال کا
تجمل لکھا فوج و اموال کا
جتنا کر بہت عجز اور انکسار
لکھا اک حرف نابہ آخر کی بار

کہ جو ہووے برعکس شرع شرافت
وہ ہے اپنے مذہب مین اپنا
اگر مانئے خیر تو مانیئے
نہین آپ آیا ہین جانیئے

کیا یہ جو مسعود شہ کو پیام
سنا اور پڑھا خط کا مضمون
سمجھ اسکا مضمون مسعود شاہ
کہ اتنی ہے فوج اور یہ کچھ سپاہ

اگر جنگ ہو تو بڑی جنگ ہو
پھر آخر خدا جانے کیا رنگ ہو
اور آخر یہی ہے زمانہ کی چال
کہ پیوند ہوتے ہین با ہم نہال

جواب نامہ بے نظیر کا ملک مسعود شاہ سے

شہ تازی نہ کچھ یہ رسم پیوند کر
ہمیشہ سے عالم بر و بحر پر

لکھا نامہ اسکے یہ اک جواب
پس از نعت انبیا علیہم السلام

کہ نامہ تمہارا جو سربستہ تھا
وہ اسرار پنہان اپنے ہاتون کھلا

شریعت اسکے عالم مین مجبور ہین
نہین اپنے نزدیک ہم دور بین

کسی پاس دولت یہ رہتی نہین
سدا ناو کاغذ کی بہتی نہین
وے لیکیا کرین رسم دنیا ہے یہ
وگرنہ گھمنڈ آپکا کیا ہے یہ

رئیس ہم کو ہی پاس شرع رسول
سوا اس واسطے کرتے ہین قبول
خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

اک اچھی سی تاریخ ٹھہرا لیے
دیا حکم ہم نے تمہین آ لیے
کیا ایلچی لے کے نامہ ادھر
اڑی ہر طرف یہ خوشی کی خبر

سنی جو نامہ کی گذشت و شنید
ہوئی شاہزادی کو گویا کہ عید
کشادہ ہوے دل جو تھے غم سے
امیدون سے ہونے لگے راگ رنگ

ہوئین ہر طرف سب دل آزاریان
لگی ہونے شادی کی تیاریان
بلا شگنون کو بتا سال و سن
مقرر کیا نیک ساعت کا دن

داستان بے نظیر اور بدر منیر کے بیاہ اور اس کے تجمل مین

کدہر ہے نواسے ساقی گلبدن
دھری آج اس شمع رو کی لگن
بلا مطربان خوش آواز کو
کہ آدین ملے اپنے سب ساز کو

وہ اسباب شادی کا تیار ہو
مکرر نہ پھر جس کی تکرار ہو
بڑھی خواہشون جب آیا وہ روز
چڑھا بیاہنے وہ مہ شب فروز

محل سے نکلتے ہی وہ سوار
بجے شادیان ہم ایک بار
کرون اس تجمل کو کیون کر عیان
کہ باہر ہے تقریر سے یہ بیان

وہ دولہا اٹھتے ہی اک غل
لگا دیکھنے اسکے چھوٹا بڑا
کوئی دوڑ گھوڑون کو لانے لگا
کوئی ہاتھیون کو بٹھانے لگا

لگا کہنے کوئی ادھر آئیو
ارے رہ ٹھہر شتابی مری لائیو
کسی نے کسی کو پکارا کہین
نہ لاتے یہ سایے نکے مارا کہین

کوئی پالکی مین چلا ہو سوار
سوارون کے گھوڑے سے بھڑکنے
جو کثرت مین دیکھا کہ گاڑی پھیلا
کوئی مانگے تانگے پہ بیٹھا کہین

وہ شہنائیون کی سہانی دھنین
جیسے گوش زہرہ مفصل سنین
خواصان تمامی سکے قشقہ دوان
ادھر اہل لشکر ادھر ... کمان

وہ طبلوں کا بجنا اور بانگی صدا
شبنک کر وہ گھونگرو کا چلنا
دو رستہ جو روشن چراغان تھے
چراغوں کے تر بو لئے جا بجا
تماشائیوں کا وہ اک ہجوم
بڑا تی ادھر اور ادھر جوق جوق
وہ آرایش اور گل کی رنگ کے
دو رستہ برابر وہ تختہ ست
جہاں تک نظر آوے انکی اقطار
اڑا یا ستاروں کا جو آگ سے
دھواں چھپ گیا نور میں نور ہو
زری پوش سہرا رسے یکدگر
جب آئی دلہن کے گھر پہ برات
نکھرے بادلوں سے وہ خیمے
بلوریں دھرے شمعدان بیشمار
تماشائیوں کی یہ کثرت کہ بس
وہ دولہ کا مسند پہ جا بیٹھنا
کروں راگ اور ناچ کا بیان
وہ ابھی کی تانیں ادھر اور ادھر
اور لٹنا وہ ٹھوکر کو دید ہے تال
کبھی گھٹ سری ناز چپنا ذوق
کھڑی ہو سکے دو گھونٹ حدنگے
الٹا آستیں اور پھرسے کا جا کے
دوپٹہ کو سر پہ الٹا اور سنبھال
ادھر اور ادھر سکھنے کا ہر طرح بانٹ
کبھی ناچنا اور گانا کبھی

یہ گانا کہ رچنا بنا لاڈلا
وہا کے وہ دونوں طرف سو پہل
تپنگے خوشی سے غزل خوان ہو کر
اور ان میں ملا بار ریو نکی صدا
تپنگے کرین جدن چراغانپہ جھوم
وہ آواز کرنا آوانہ یوق
وہ ہاتھی کہ دو دیو تھے جنگ کے
کسی پر کنول اور کسی پر درخت
طلسمات کی سی ہو اپر بہار
تو ہاتھی لگے بن بلے پھلکتے
سیاہی اڑی شب کی کافور ہو
پھریں برق کی طرح ادھر اور ادھر
کہوں وہ انکی عالم کی تجھ سے کیا
کریں عالم نور جس کو پسند
جریں موم کی بتیاں چار چار
ملے ایک سے ایک سب بیشتر
برابر رفیقوں کا آ بیٹھنا
قدیمی کسی وقت کا سامان
سٹ سر طنبوروں کے یکدگر
وہ بوٹا سا قد اور کھرولی چال
کہ تھوبا کے عاشق کرے شوق
جہاں پاں اور رنگا ساہا تھ نہ دے
تلے سر سے انگیا کو کر ٹھیک ٹھاک
بکا یک وہ دم پھیر آنا نکل
چلے ناچنے آنا سنگت کیے سامنے
سے جھانا کبھی اور ہٹنا کبھی

وہ لوئنہ کا گھوڑا پہ بیٹھا سوار
وہ فانوس آگے زمرد نگار
ہوا دل جو روشن چراغان تر
کوڑیاں بیچ کہلو ٹے کوئی
کر کھکنا وہ لوبت کا باجوں کی بانہ
وہ کالے پیادہ اور نفیر
وہ ابرک کی ٹٹی وہ بیبے کی چھپا
وہ رنگی کنول اور وہ شمع چراغ
اناروں کی دھنا بیبے کا زور
وہ مہتاب کا چھوٹنا بار بار
سراسر وہ مشعل کے ہر طرف
کہیے تو کہ نذر یاب اور درست
ہوا وہانکی صحبت سے رشک
عجب مسند اک جگمگی اور فرش
نئی رنگ کی اور نئے طور کی
دو زانوں پوش بیٹھے تمام
طوائف کا وہ بیٹھنا وہ انداز سے
وہ ارباب عشرت کا آپس میں
اور اس صف سے اک چھوکرا
کبھی پیرلوں میں دکھاتی ادا
ادھر کی تو یہ گت اور اسکا یہ
انگوٹھی کی لے سامنے آرسی
بنا کنگھی اور کر کے ابرو درست
پکڑ کان اور گھنگروں کا
فقط چند کے ہاتھ کی صورت
خوش آوازوں سے خیال

وہ موتی کا سہرا جو اسکا ہار
کہ ہو سہرا بنا جنہوں پہ نثار
پڑی شہر نوری کے ایوان
کوئی ڈال بیچ اور سلو ڈکوئی
گر جنا وہ دمدموں کا ڈنکو کہنا
کہ تا چرخ پہنچے صدا انکی جبر
کلے تو کہ تنکے کی او جھل پہاڑ
کہاں بیلے لالہ و لوربلغ
ستاروں کا چھپنا پٹاخوں کا
ہر اک رنگ کی جس سے دو لی
کہ جوں نور سے مشتعل بھلا چراغ
زمین و زمان بھر گیا نور سے
دھرے لیخلے گرد عنبر سرشت
تماشی کے عالم کا چودہ فرش
دھرے ہر طرف جھاڑ بلور کے
شراب خوشی کے کیے نوش جام
دکھائی وہ آمہ و زنوں ناچنے
جتانا کھڑی راگ کا دیکھو دل
جتانا سہرا اپنا پہلے پہل
کہ جوں لوٹکے ہو وہی بجلی ہوا
وہ صورت کو دیکھ اپنی گلزار
وہ صورت چالاک و چست
جھٹک دامن اور ہو کر درست
کہیں پاؤں میں اپنے سر سے
لجاتی ہوئی چاند سی صورت
دکھانا سہر اگلہ سر اپنا کسا

وہ شادی کی مجلس وہ رنگ
وہ دھوم کی خوشی اور وہ ترنگ
وہ پھولونکی گہنے کنارے کے ہار
وہ بیٹھی ہوئی منڈہونکی قطار

وہ بیڑون کے پتے ہر یکطرف
غم دل جسے دیکھ ہو برطرف
ادہر کا تو ہو رنگ تہا اور راگ
محل مین ادہر گھونگرونکی سہاگ

وہ گہری سی شادی مبارکباد
وہ لوٹنے وہ پہولو لون لول
اتر بنکی وہان سے وہ سہنون پہین
کہانا ہین پہول جیسے جون رتہین

گلو مین پہنا وہ ہنس کر ہار
شاسرٹ وہ پہولونکی بیچ مار
دکہانا وہ بن بنکے اپنا بناو
وہ آپسکی رسمین وہ آپکے چاو

تہا قہقہے ہنسی شور غل تالیان
سہانی سہانی نئی گالیان
غرض کیا کہون تاب مجہ مین
نہ دیکھا عالم نہ دیکھے کہین

نکاح ہونا بے نظیر کا ساتھ بدر منیر کے اور شادی نجم النسا کی پریزاد سے اور رخصت ہونا آپس مین ۔

چکا ہون لکھنے بہت سا فیا
مجھے بدلے اب سے کے شرم ہے

کسی پر نہ ایسا ہوا جو رہا ہون
کہ کچھ بھی مین گلے کانتے ریلا رہون

ہوا جب نکاح اور بٹے پان
پلا سبکو شربت سے پانی ادہ

چلا یون وہ دولہا دلہن طرف
اٹھے جیسے بابل چمن کی طرف

ملا سنج جوڑے پہ عطر سہاگ
کہنے ملکے دونون مین سہاگ

نہ تہا وصل اسطرح کا دہیان مین
خدا نے کیا ان کی آن مین

وہ جلوے کا ہونا وہ شادی کی
وہ آپس مین دولہ دلہن کی رسوم
کسی نے لیا ... آنکر
کو جی گالیان دیکھی جان کر

سہاگا کسی کان کو کون لکا
کسی کو ملی دلہن کی جوتی چہپا
وہ شیرین جو تہی شیرین تہی
نبات اسکی ہلتی بنی کو بنی

چنائی عنایت اسکو اس گہٹا
کہ دہکا دیا باہر گہری یا سے
زبس ل تو تہا اسکا ہر جا یہ بند
سہی جاتے اسنے چنی کو لیے

اٹہائی ڈلی اسکی آنکھو نے
کرین نوش بادام شیرین کو
ڈلی وہ جو ہونٹوں تہی لب ملی
وہ مصری کی منہ سے ڈلیان تہین

کمر سے اوٹہائی ڈلی اسطرح
کہ ہان ہون نہین کی جسطرح
ذرا پانون پڑکے اٹھائی اٹہا
نہین ادر ہان کا عجب غل پڑا

یہ ظاہر کی تکرار تہی بار بار
وگرنہ دل اس پاؤن پر تہا نثار
عجب طرح کی رنگ رلیان ہوئین
کہ باتین وہ مصری کی ڈلیان

وہ سب ہو چکی جبکہ رسم رسوم
سواری کی ہونے لگی پھر تو دہوم
سحر کا وہ ہونا وہ اٹھنے کا وقت
وہ دلہن رخصت کی وہ رونیکا وقت

گھر سے سب کا لاچار منہ دیکہنا
کہ یارب یہ کیا ہے جہان بگینا
وہ دلہن کا رو رو کے ہونا جدا
وہ مان باپ کا اور وہ رونا جدا

نکلتے وہ جانا محل سے جہیز
کہ جون چشم سے اشک ہو موج
یہان موت ہے اہل عرفان کو
کہ جانا ہے اک دن یونہین جاکہ

وہ جو در دستی سے جہیز
وہ شادی کا لیتے ہین مزا
وہ دولہا نے دولہن کو گود سی
بٹہایا محافے مین آکر کے لا

چلے لیکے چنڈول جسدم کہار
کیا دو طرف سے زر اسپر نثار
کھڑے سے تہے جو وہان چشم کو
سو معلوم انہون نے پہنا کے

ادہر اور ادہر اپنے سہرے کو چہر
وہ اک چاند سا اپنے نوبت نشان
سوار اپنی گھوڑی پہ ہو کر تاب
کہ جون صبح ہو ... آفتاب

دکہاتا ہوا عظمت و حشم کو
لیے ساتھ تہے اپنے نوبت نشان
وہ پیچھے کو چنڈول مین ...
اور آگے وہ ... عالم پناہ

نکلتے وہ جانا محل سے
کہ جون چشم سے اشک ...
وہ دولہا نے دولہن کو ...
بٹہایا ... مین آکر کے لا

پہر اگھر کو اپنے قدم با قدم
سواری لگا گھر ... انجم
غرض اسطرح ... ...
لے آیا یہان ... ...

ہوئی وہ جو ہونی تھی رسم و رسوم
وہ نجم النسا تھی جو دخت وزیر
سو میں تجھ سے کہتا ہوں اک
پریزاد تھا وہ جو فیروز شاہ
وہی سب تجمل وہی سب رسوم
اسی طرح اسکو بیاہا غرض
ہوئی متصل یہ جو دو شادیان
خوشی سے لیے حسرت وصال
رضا اُن سے لیکر اُسی آن مین
تم اس غم سے مت ہو جیو سینہ

کہ ظاہر مین تھی یہ بھی درکار
گیا اُسکے والد کنے بے نظیر
کہ تو اسکو فرزندی مین اپنی لا
دیا نجم النسا نے اسکو بیاہ
ہوئی تھی جو کچھ بیاہ مین دہوم
جو کچھ قول تھا سو نباہا غرض
لبین ایک جا چار آبادیان
چلے شہر کو اپنے وہ حال حال
گئے شاد و خرم پرستان مین
کہ ہم تم سے ملتے رہین گے ہمیش

اٹھایا اسی دھوم سے گلگتے ہاتہ
کہا باپ کو اسکے اسی خیر خواہ
غرض ہر طرح کر رضامند اسے
اسی دہوم سے اور اُسی فوج
دقیقہ نہ چھوڑا کسی بات مین
خدا راست لایا انہوں نے جو کام
پھرے دن الٰہی اپنے پھرے
وہ نجم النسا اور وہ فیروز شاہ
یہ اقرار چلتے ہوئے کر گئے
تسلی وہ دیکر ادہر کو چلے

پریزاد کا بیاہ جوتھی کے ساتھ
مرا بھائی ہے ایک فیروز شاہ
کیا حال مین اپنے پابند اسکے
اسی شان سے اور اُسی آن
برابر رکھی چہل دنرات مین
برآئے دلون کے مطالب تمام
وہ آشفتہ بلبل چمن کو پھرے
فلک پر ہیئے مثل خورشید و ماہ
کہ گو تم ادہر اور ہم ادہر ہو گئے
یہ ایدہر لیکے اپنا لشکر چلے

داستان بے نظیر کی بدر منیر کو اپنے وطن لیجانے اور وہان باپ سے ملاقات کرنے مین

پلا ساقیا آخری اک جام
کیا جبکہ خلقت نے تفتیش حال
خبر یہ ہوئی جبکہ مان باپ کو
لگے رونے آپس مین زار و نزار

کہ ہوتی ہے اب یہ کہانی تمام
اور آنکھوں سے دیکھا وہ بدر کمال
کیا گم انہوں نے وہین آپ کو
کہا ہائے ہم کو نہین اعتبار

وہ نزدیک پہونچے جب اس شہر کے
پڑا شہر مین یک بیک پھر یہ غل
زلیں تو دل تھا ہی سے بھرا
ملاویگا ہم سے ہمارا حبیب

کہا پاس جا خیمہ اک نہر کے
کہ غائب ہوا تھا سو آیا وہ گل
یہ سن گئے ہاتھ پاؤن تھر تھرا
یہ دشمن نہ ہووے کہیں نصیب



کہا سب نے صاحب چلو تو سہی
وہ آتا تہا جیسے کہ بیٹا اُدہر
گرا پاؤن پر کہکے یہ باپ کے
اٹھا سر قدم پر سے چہاتی لگا
ملے پہر تو آپس مین وہ خوب سے
ہوئے شاد و خورم صغیر و کبیر
بڑی دہوم سے اور بڑی آن سے
زنانی سواری اوتر اوسے شتاب
کہ رستے مین آگے نظر جو پڑی
وہ مان خوب بیٹے کے گلے
ہوئی جان اور جی سے اوس پر نثار
سب آپس مین رہنے لگے پہر ملا
زلیس باپ مان کو ہی سہرے کی چاہ
بنا اُن کی تقدیر کا جو بناؤ
محل مین عجائب ہوئے چہچہے
وہی لوگ اور وہی چرچے تمام
اونہون کے جہان مین کچہر
ہوئے وہ شاد ہون شاد ہم
خوشی اسکی ہے سرو باغ مراد
ذرا منصف داد کی ہے یہ جا
جو انہین جب مین سو گیا ہون
نئی طرز ہے اور نئی ہے زبان
ہر اک بات پر دل کو ہے خون
غرض جسنے اس کو سنا یہ کہا
مرے ایک مشفق ہین مرزا قتیل
زمین شعر کہتے ہین وہ فارسی

یہ بیٹا تمہارا وہی ہے وہی
پڑی باپ پر جو یکایک نظر
خدا نے دکہاے قدم آپکے
لپٹ کے گہڑی دو تلک
کہ یوسف ملے جیسے یعقوب سے
چلے لیکے نذرین امیر و وزیر
بجاتے ہوے نوبتے شان سے
پکڑا اس گل نو شگفتہ کا ہاتہہ
تو دیکہا کہ ہے راہ مین ماں کہڑی
یہ روی کہ آنسو کے نالے چلے
پیا پانی ان دونون پر وار وار
پہر آگے جہان ہین وہ گل کہلا
دوبارہ اونہون نے کیا اسکا ہ
نکالے انہون نے یہ سب دل کے
وہ مرجہائے گل پہر ہوئے لہلہے
وہی ناز اور انداز کے اپنے کام
ہمارے تمہارے پہرین ایسے
رہین شہر مین اپنے آباد ہم
رہے اسکا روشن چراغ مراد
کہ دریا سخن کا دیا ہے بہا
تب ایسے ہوے سخن بے نظیر
نہین مثنوی ہے یہ سحر البیان
تب اس طرح رنگین یہ مضمون
حسن آفرین مرحبا مرحبا
کہ ہے شاہراہ سخن کی دلیل
ہر اک شعر اسکا ہے جیون آرسی

مگر یہ سنا جب کہ بیٹے کا نانون
جو ہین اپنے کعبہ کو دیکہا روان
سنی یہ صدا جو ہین اس ماہ کی
یہ رویا یہ رویا کہ غش کر چلا
وہ دل مل شگفتہ ہوا گل کیطرح
ملے عیش سے سب کو مستی ہوئی
وہ پہولا جو تہا ہجر کے داغ مین
بر آمد ہوا گہر مین سرو روان
بہی چشم سے آنسون سے قطار
ہوا اور بیٹے کو چہاتی لگا
جگر پر جو تہے درد و غم کے داغ
وہ آنکہین جو اندہی تہی بینا ہوگئین
لکہون مین گر اس بیاہ کی دہوم
وہ جیسی کہ اس باغ مین تہی خزان
ہوا شہر پر فضل پروردگار
وہی بلبلین اور وہی بوستان
ملے سب کے سب بچہڑے الہی تمام
رہے شاد نواب عالی جناب
بحق حسین و بحق حسن
زلیس عمر کی اس کہانی مین صرف
نہین مثنوی ہے یہ ایسا کہی
رہیگا جہان مین مرا اس سے نام
اگر واقعی غور کیجیے
جو منصف سنینگے کہین گے یہی
سنی مثنوی جب یہ سب نے تمام
انہون نے شتابی اٹہا کر قلم

چلا پہر تو روتا ہوا ننگے پاؤن
چلا سر کے بل بے نظیر جہان
تو اس غم رسیدہ نے آہ کی
کہ یہ لوکہ آنسو کا لشکر چلا
یہ گل کیطرح اور وہ بلبل کیطرح
نئے سر سے آباد بستی ہوئی
ہوئے جاکے داخل اسی باغ مین
لئے ساتھ اپنے وہ غنچہ دہان
گرا مان کے قدمون پر ایکبار
وہ دونون کی دو ہاتہ سے لی بلا
سمجہے وصل سے ہجر کے دن بہلے
زمین جو تہی خشک گلشن ہوئی
نہ پہر یہ کہانی نہ ہو دے تمام
لیے آکے پہر انہین سب کارخان
وہی شاہزادہ وہی شہریار
شگفتہ گل و جمع دوستان
بحق محمد علیہ السلام
کہ ہو آصف الدولہ جیکا خطاب
رہون شاد مین بہی غلام حسن
بیا اسی پہ نکلے ہین موتی سے حرف
مسلسل ہر موتی کی گویا لڑی
کہ ہے یادگار جہان یہ کلام
صلہ اسکا کم ہے جو کچہہ دیجیے
نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبہی
دیا اسکی تاریخ کو انتظام
یہ تاریخ کی فارسی مین رقم

تاریخ طبع زاد مرزا قتیل

پئے تفتیش تاریخ این مثنوی — نمودم غوطہ در بحر فکر رسا
بگوشم ز ہاتف رسید این ندا — بہ این مثنوی باد ہر دل فدا ۱۱۹۹ھ
کہ گفتش حسن شاعر دہلوی — کہ آرم بکف گوہر مدعا

تاریخ طبع زاد مصحفی

خیال مصحفی کو جو بہایا یہ طور — انہوں نے بھی کر فکر از راہ غور
لکھی اس کی تاریخ یون برمحل — یہ قصہ نہ بین ہے بے بدل
سنہ ۱۱۹۹ھ

تاریخ فخرالدین ماہر کی

سنی جبکہ ماہر نے یہ مثنوی — تو مشغول ہو فکر تاریخ کی
یہ مصرع پڑھا دوہین پاکر فرح — ہے اس مثنوی کی یہ نادر طرح

تمام شد سحرالبیان مثنوی میر حسن

جلیس ۲ ذی الحجہ ۱۱۷ سنہ ۱۱۹۹ھ

گلشن جانفزا

یہ کھلے گلہائے خوشبو جا بجا ہین یا یہ قصہ کیا بھلا پھولا چمن ہے۔ مصنف کی قلم معجز رقم کا کیا کہنا کہ صفحہ قرطاس پر ہزارون گل کھلائے ہین۔ سطح کاغذ پر سیکڑون پھول بوٹے بنائے ہین۔ قصہ مذکور جو کہ اب فسانہ عجائب سرور کہلا گیا ہے سراپا عجائب باتون سے بھرا ہے۔ شاہزادہ کی طبیعت خواب مین ملکہ پر آجانا۔ آخر کر سلطنت گھبرانا۔ تلاش یار مین نکلنا۔ جوگی بنکر چلنا وزیر زادہ کا ہمراہ ساتھ دینا۔ رنج و کلفت سہنا۔ پھر اپنا صحرا بہ صحرا پھرنا۔ فضا مین آرام پانا۔ آرام جان پری کا سوتے ہین اٹھالیجانا آخر شہزادہ کے راز دل پر آگاہ ہوکر ترکیب عملی کرنا۔ سنگ رقابت دل پہ دھرنا۔ شاہزادہ کی معشوقہ کو لانا۔ شاہزادے سے ملانا پھر اس کی خفگی۔ اس کی دلداری۔ آخر نکاح کے لئے تیار ہونا۔ نئی مصیبت سے دوچار ہونا۔ بعد کشمکش بسیار وطن پہونچنا۔ عزیزون سے ملنا۔ عاشق و معشوق کا یکجا ہونا۔ رنگ کلفت آئینہ دل سے دہونا۔ بادشاہی کا بیان ختم داستان قصہ شور عشق حصہ دوم گلشن جانفزا قابل دید ہے۔ قیمت ۸؍

الف لیلا R ۸۷۶۷

شہرزاد کا نادر فسانہ۔ شہریار کا اپنی بیوی کے بد افعال دیکھ کر اس کو قتل کرنا اور اپنے بھائی کی مملکت پر جانا اس کی بیوی کو بھی اس حال مین مبتلا پانا۔ دونون بھائیون کا دست بردار سلطنت سے ہوکر سیاحی کرنا۔ پھر بادشاہی کرنا اور شہرزاد سے عقد کرکے اپنی جان بچانا اس کی چار جلدین ہین قیمت صرف عہ ہے